ادب کی اہمیت

حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

بانی و شیخ الحدیث اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے

at-tazkiyah

تفصیلات

کتاب کا نام : ادب کی اہمیت

صاحبِ وعظ : حضرت مولانا محمد سلیم دھورات صاحب دامت برکاتہم

تاریخِ وعظ : جمادی الأولیٰ ۱۴۴۱؁ھ مطابق ۴ جنوری ۲۰۲۰؁ء

مقامِ وعظ : اسلامک دعوہ اکیڈمی، لیسٹر، یوکے

تاریخِ اشاعت : شعبان ۱۴۴۳؁ھ مطابق مارچ ۲۰۲۲؁ء

ناشر : ادارہ التزکیہ، لیسٹر، یوکے

ای میل : publications@at-tazkiyah.com

ویب سائٹ : www.at-tazkiyah.com

ملنے کا پتہ

Islāmic Da'wah Academy,
120 Melbourne Road, Leicester
LE2 0DS. UK.
t: +44 (0)116 2625440
e: info@idauk.org

فہرست

تقریظ: حضرت مولانا عبدالرؤوف صاحب لاجپوری دامت برکاتہم ۷
ادب کی اہمیت ۹
اللہ تعالیٰ حسن وجمال کو پسند کرتے ہیں ۹
خوبصورتی کا معیار ۱۱
سب سے بڑا قاری ۱۱
حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت بڑے قاری تھے ۱۲
قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ فنِّ قراءت کے امام ۱۳
قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کے معجزہ ہونے کی ایک نشانی تھے ۱۴
انبیاء علیہم السلام کی رحمت اور برکت والی صورت اختیار کرو ۱۵
اللہ تعالیٰ اعمال میں بھی حسن کو پسند کرتے ہیں ۱۶
عمل کا حسن ۱۶
اعمال میں اعلیٰ درجے کا حسن آداب سے آتا ہے ۱۷
حدیث شریف کے سب سے پہلے مدوّن: امام ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ ۱۸
امام ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ادب کی اہمیت ۱۹
امام ابنِ وہب رحمۃ اللہ علیہ اور ادب کی اہمیت ۲۱
ادب حصولِ علم کا ذریعہ ہے ۲۱
ادب میں کوتاہی کی وجہ سے دو مہینے کے لئے سبق بند ۲۲
امام عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کا اعلیٰ درجے کا ادب ۲۳
ادب کا بے مثال اہتمام ۲۳
شیطان کا سب سے پہلا حملہ ۲۴

ادب کے بارے میں بزرگوں کے ارشادات ۲۵
اپنے اعمال کو سنتوں اور مستحبات و آداب سے آراستہ کرو ۲۶
زندگی آداب سے معمور ہونی چاہئے ۲۷
صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف پر ادب کا غلبہ ۲۷
اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ سب سے زیادہ حسین عمل کون کرتا ہے ۲۸
ادب کا نتیجہ سعادت اور بے ادبی کا نتیجہ شقاوت ۲۸
ہمارے گھریلو حالات ۲۹
اُمّتِ مسلمہ کے مسائل کا واحد حل ۳۰
ادب کی طرف ہر ایک کو توجّہ کرنی چاہئے ۳۰
ادب کی برکت ۳۱
بے ادبی کا نتیجہ ۳۱
ماں باپ کا ادب ۳۲
حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا ادب ۳۲
حضرت ابو عبید قاسم بن سلّام رحمۃ اللہ علیہ کا ادب ۳۳
حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اور استاذ کا ادب ۳۴
جدید تعلیم یافتہ حضرات سے میری درخواست ۳۴
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حدیث کا ادب ۳۵
حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ کا ادب ۳۶
احادیثِ شریفہ کا احترام ۳۶
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ساتھ ادب ۳۷
حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اعلیٰ درجے کا ادب ۳۸
حضرت قباث بن اَشْیَم رضی اللہ عنہ کا ادب ۳۹

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ادب ۳۹
حضرت ایوب علیہ السلام کا ادب ۴۰
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادب ۴۲
حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اور علم کی حرص ۴۲
دو بزرگوں کی ملاقات نہ ہونے پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا افسوس ۴۳
حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور ادب کی اہمیت ۴۳
ادب کی ضوء سے روشن زندگی ہے ۴۴
حقیقی خوبصورتی ۴۴
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ادب اور منصبِ امامت ۴۵
حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب ۴۷
علماء اور حفّاظ کا ادب ۴۸
حرمین شریفین کا ادب ۴۸
روضۂ مبارکہ کا ادب ۴۹
صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا وفاتِ نبوی کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ادب واحترام ۵۰
صلوٰۃ وسلام اور ادب ۵۱
دُکھ کی بات ۵۱
باادب اور بے ادب میں فرق ۵۲

ادب کے سلسلے میں ارشادات

بغیر آداب کے..... .... ۵۳
صوفیہ کا مقولہ ۵۳
بے ادبی کا نقصان ۵۳

بے ادب کے لئے خطرہ ۵۳
بے ادبی کی وجہ سے ایک عالم کے مرتد ہونے کا واقعہ ۵۳
بے ادبی محرومی کا سبب ۵۴
بے ادبی سے آدمی محروم ہوجاتا ہے ۵۴
طلبہ کو ادب کے بارے میں تنبیہ ۵۵
ادب میں محبوبیت ہے ۵۵
بڑوں کا ادب ۵۵
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس کا ادب ۵۶
والدِ محترم کا ادب اور احترام ۵۶
استاذ کا ادب ۵۶
چھوٹے استاذ کا بھی ادب کرو ۵۷
استاذ کی بے ادبی کا نقصان ۵۷
استاذ کے گھر والوں کا ادب ۵۸
کتابوں کا ادب واحترام ۵۸
سبق میں کیسے بیٹھیں؟ ۵۹
قرآن کا ادب ۵۹
حدیث کا ادب ۶۰
تحصیلِ حدیث میں ادب ۶۰
علم کے متعلق آداب ۶۰
مدینہ یا مدینہ شریف؟ ۶۱
مسجد میں عصا رکھنے میں ادب کا اہتمام ۶۱

تقریظ

حضرت مولانا عبدالرؤوف صاحب لاجپوری دامت برکاتہم

خلیفہ مسیح الاُمّت حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمۃ اللہ علیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شریعت نے مسلمانوں کے لئے پوری زندگی کے احکام وآداب مقرّر کئے ہیں، اور ہر عمل کی مکمل نورانیت جب ہی حاصل ہوتی ہے جب اسے سنت کے اہتمام اور آداب کی رعایت کے ساتھ کیا جائے، شریعت میں ادب کی بہت اہمیت ہے، یہ دکھ کی بات ہے کہ ادب سے اُمّت بہت دور ہوتی چلی جارہی ہے، جب ادب زندگی سے نکل جاتا ہے تو پھر سنت نکلتی ہے، اس کے بعد واجب اور پھر فرض نکلتا ہے، اس کی تائید کے لئے محدّثِ کبیر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد کافی ہے، فرماتے ہیں:

مَنْ تَهَاوَنَ بِالْآدَابِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ السُّنَّةِ، وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالسُّنَّةِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْفَرَائِضِ، وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْفَرَائِضِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْمَعْرِفَةِ

جو شخص آداب میں سستی کرتا ہے وہ سنت سے محرومی کی بلا میں گرفتار کیا جاتا ہے، اور جو سنت میں سستی کرتا ہے وہ فرائض کے چھوٹنے کی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے، اور جو فرائض میں سستی کرتا ہے وہ معرفت کی محرومی میں مبتلا ہوتا ہے۔

اس ارشاد کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقل فرما کر فرماتے ہیں:

اس لئے شریعت کے ہر حکم میں آداب کا اہتمام چاہئے، کسی عذر کی وجہ سے نہ ہوسکے مضائقہ نہیں، مگر ان کی وقعت اور اہمیت دل میں ہونی چاہئے، لاپروائی اور بیکار سمجھ کر ان کو ہرگز نہ چھوڑنا چاہئے۔

محترم ومکرّم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سلیم صاحب دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ نے دلِ دردمند کے ساتھ زبانِ ہوش مند عطا فرمائی ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں علم میں شیخ الحدیث کا منصب عطا فرمایا ہے وہاں تصوّف وتزکیہ میں شیخِ وقت بنایا ہے، عوام ہی نہیں بلکہ خواص علماءِ کرام نے بھی اپنی اصلاح کے لئے حضرت والا دامت برکاتہم کو بطورِ شیخ منتخب فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ شانہ نے وعظ وتقریر میں بھی حضرت والا دامت برکاتہم کو بہترین ملکہ عطا فرمایا ہے، حضرت والا دامت برکاتہم کے مواعظِ حسنہ قرآنی آیات اوران کی تفسیر، احادیثِ شریفہ اوران کی بہترین تشریح اور اسلاف کے ملفوظات وواقعات سے مدلّل اورمزیّن ہوتے ہیں۔

حضرت والا دامت برکاتہم کا ادب کی اہمیت پرایک بیان ہماری موجودگی میں ہوا، ادب کے موضوع پر بہترین اور جامع بیان تھا، ہمارے ساتھ مولانا سہیل شاہ صاحب بھی تھے، انہوں نے مشورہ دیا کہ یہ بیان شائع ہونا چاہئے تاکہ اس کا نفع عام ہو، ہم ساتھیوں نے حضرت والا دامت برکاتہم سے درخواست کی کہ ادب کی اہمیت پر بہت جامع بیان ہے، اگراس کوقلمبند کر کے کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے تو دور دور تک نفع پہنچے گا، لوگوں کو ادب کی اہمیت معلوم ہوگی اوروہ اپنی زندگیوں کوادب سے آراستہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ حضرت والا نے درخواست کوقبول فرمایا اورآپ کی توجّہ اورآپ کے رفقاء کی کاوش سے یہ قیمتی بیان مرتّب ہوگیا، الحمدللہ۔

اللہ تعالیٰ شانہ اس رسالے کو قبول فرمائیں، حضرت والا دامت برکاتہم کی عمر میں صحت و عافیت کے ساتھ خوب برکت عطا فرمائیں اورآپ کے فیوض سے اُمّتِ مسلمہ کومستفیض ہونے کی توفیق عطافرمائیں۔(آمین)

والسلام

عبدالرؤوف لاجپوری، باٹلی

۵ محرّم الحرام ۱۴۴۳ھ، ۱۴ اگست ۲۰۲۱ء

ادب کی اہمیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا. أَمَّا بَعْدُ: فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ: مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ، أَوْ كَمَا قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ.[1]

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ، وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ، سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ، اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِمَا عَلَّمْتَنَا وَعَلِّمْنَا مَا يَنْفَعُنَا، إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ، يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا، اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَأَتْبَاعِهٖ وَأَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ.

اللہ تعالیٰ حسن و جمال کو پسند کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ شانہٗ جمیل ہیں اور جمال کو پسند فرماتے ہیں، ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے:

[1] سنن الترمذي، أبواب البرّ والصلة، باب ما جاء في أدب الوالد، ح(۲۰۷۹)

إِنَّ اللّٰهَ جَمِيْلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ[1]

بیشک اللہ تعالیٰ حسن و جمال والے ہیں اور حسن و جمال اور خوبصورتی کو پسند فرماتے ہیں۔

اسی وجہ سے اگر کوئی شخص اسراف وفضول خرچی اور ریا وتکبّر سے بچ کر عمدہ کپڑے پہنتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ یہ مستحسن ہے، البتہ اگر کوئی دوسروں کو دکھانے کے لئے عمدہ کپڑے پہنتا ہے کہ میرے پاس جو جیکٹ ہے ایسا بستی میں کسی کے پاس نہیں ہے، میں نے فلاں کمپنی کا کوٹ پہنا ہوا ہے، میرے پاس فلاں ڈیزائنر برانڈ (designer brand) کے جوتے ہیں تو یہ جائز نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کسی کا مقصد ریا، بڑائی اور دکھلاوا تو نہیں ہے لیکن وہ فضول خرچی اور اسراف کرتا ہے، جو کام پچّیس (۲۵) پاؤنڈ میں ہوسکتا ہے اسے سو (۱۰۰) پاؤنڈ میں کرتا ہے یا ضرورت نہیں ہے پھر بھی خریداری کرتا ہے، یہ اسراف اور فضول خرچی بھی ناجائز ہے، ایک تیسرا شخص ہے، وہ سردی سے بچنے کے لئے جیکٹ خرید رہا ہے، پچاس (۵۰) پاؤنڈ میں بہترین جیکٹ مل رہا ہے، جس مقصد کے لئے خریدنا چاہتا ہے وہ مقصد اس جیکٹ سے اچھی طرح حاصل ہوسکتا ہے اور دِکھنے میں بھی اچھا ہے، لیکن چونکہ وہ ڈیزائنر برانڈ کا نہیں ہے اس لئے وہ سو (۱۰۰) پاؤنڈ خرچ کر کے ڈیزائنر برانڈ والا خریدتا ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ سو (۱۰۰) پاؤنڈ والا اس پچاس (۵۰) پاؤنڈ والے جیسا ہی ہو یا اس سے بھی کم درجے کا، اس صورت میں دو غلط کام ہوئے: اسراف اور دکھاوا۔

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه، ح(۸۳)

خوبصورتی کا معیار

تو اللہ تعالیٰ جمیل ہیں، جمال والے ہیں اور جمال کو پسند کرتے ہیں، اسی وجہ سے شریعتِ مطہّرہ نے لباس کے مسائل بیان کئے کہ اس طرح کے کپڑے پہننے چاہئے، بالوں کے مسائل بیان کئے کہ وہ ایسے ہونے چاہئے، ڈاڑھی کے مسائل بیان کئے کہ ایسی ہونی چاہئے، اور چونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اس لئے وہ زیادہ جانتا ہے کہ انسان کس شکل وصورت میں زیادہ خوبصورت لگتا ہے، آج کل کی فیشن یہ کہتی ہے کہ ایک مرد اس وقت خوبصورت لگتا ہے جب اس کے چہرے پر ڈاڑھی نہ ہو، مگر انسان کے خالق کو چہرے پر ڈاڑھی پسند ہے، اس کے نزدیک مرد تب خوبصورت ہوتا ہے جب اس کے چہرے پر ڈاڑھی ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ مخلوق کے مقابلے میں خالق زیادہ بہتر جانتے ہیں، اس لئے ہر چیز میں پہلے یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں کون سی چیز پسندیدہ ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نظر میں کون سی چیز پسندیدہ ہے، اللہ کے نیک بندوں کی نظر میں کون سی چیز پسندیدہ ہے، اور معلوم ہوجانے کے بعد اپنی پسندیدہ کو چھوڑ کر ان کی پسندیدہ کو اختیار کرنا چاہئے، ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے زیادہ خوبصورت کسی کا چہرہ نہیں، جب یہ بات ہے تو ایک مسلمان کے ذہن میں یہ بات کیسے آسکتی ہے کہ چہرے پر ڈاڑھی اچھی نہیں لگتی۔

سب سے بڑا قاری

ایک بہت بڑے قاری گزرے ہیں جن کا نام قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ ہے، اُمّت میں ان کے درجے کے قرّاء کم پیدا ہوئے ہوں گے، نابینا تھے مگر قاری بہت اعلیٰ درجے کے تھے۔

عام طور پر سب سے بڑا قاری اسے سمجھا جاتا ہے جس کی آواز بہت حسین ہو اور جس کی

سانس بہت لمبی ہو اور جو کسی مشہور قاری کے لہجے کی نقل اُتار سکتا ہو، کبھی کبھی جلسوں میں کسی ایسے حافظ صاحب کو بٹھا دیا جاتا ہے جو قاری بھی نہیں ہوتے لیکن مذکورہ اوصاف کے حامل ہوتے ہیں، جب وہ تلاوت کرتے ہیں تو پوری مسجد میں ''سبحان اللہ'' اور ''اللہ اکبر'' کے نعرے بلند ہوتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ قراءت کے بارے میں ہماری سمجھ اتنی ہی ہے، اگر کسی کے بارے میں کہا جائے کہ یہ بہت بڑے مفتی ہیں تو لوگوں کے ذہن میں یہ آتا ہے کہ یہ بڑے صاحبِ علم ہوں گے، کسی کے بارے میں آپ یہ کہیں کہ یہ بہت بڑے مفسّر ہیں تو لوگوں کے ذہن میں یہ آئے گا کہ انہوں نے پتا نہیں تفسیر کی کتنی کتابیں پڑھی ہوں گی، اسی طرح اگر کسی کے بارے میں آپ یہ کہیں کہ یہ بہت بڑے محدّث ہیں تو لوگوں کے ذہن میں یہ آتا ہے کہ یہ فنِّ حدیث میں بہت مہارت رکھتے ہوں گے، میرے بھائیو! ٹھیک اسی طرح قراءت بھی ایک فن ہے، مستند اور بڑا قاری وہ ہوتا ہے جس کے پاس فنِّ قراءت کا بہت گہرا علم ہو۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت بڑے قاری تھے

حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت اونچے درجے کے قاری تھے، آپ کو لوگ ایک بہت بڑے عالم، ایک بہت بڑے مفسّر، ایک بہت بڑے فقیہ اور ایک بہت بڑے شیخ کی حیثیت سے تو جانتے ہیں، مگر کم لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ آپ بہت بڑے قاری بھی تھے، جب آپ نے اپنے شیخ حاجی امدادُ اللہ صاحب مہاجرِ مکّی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادے کی غرض سے مکّہ مکرّمہ میں قیام فرمایا اس وقت آپ نے ایک بہت اعلیٰ درجے کے قاری سے قراءت کا علم حاصل کیا، یہ قاری عبداللہ صاحب مہاجرِ مکّی رحمۃ اللہ علیہ تھے جو فنِّ قراءت میں ماہر اور قرّاءِ عرب کے نزدیک بھی مسلّم تھے، حضرت حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی محنت کی کہ آپ جب مدرسہ صَولَتِیہ کے کسی کمرے میں بیٹھ کر قراءت کی مشق کرتے تو سننے والوں کے لئے یہ فرق کرنا مشکل تھا کہ استاذ پڑھ رہے ہیں یا شاگرد، لہجے میں بھی اپنے استاذ کے ساتھ اتنی

مشابہت ہوگئی تھی۔ [۱]

قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ فنِّ قراءت کے امام

تو میں قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں عرض کر رہا تھا کہ آپ بہت اعلیٰ درجے کے قاری تھے، فنِّ قراءت کے بہت بڑے امام تھے، ایک مرتبہ آپ نے حکیم الامّت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے تلاوت فرمائی، حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ بہت دھیان سے سنتے رہے، ظاہر ہے کہ ماہر قاری سنتے ہی اندازہ لگا لیتا ہے کہ زبان کہاں لگ رہی ہے، ہونٹوں کی کیا حالت ہے، حروف کہاں سے ادا ہو رہے ہیں وغیرہ، تھوڑی دیر آپ اسی طرح سنتے رہے، اس کے بعد آپ نے سر اُٹھایا اور قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے کو بھی غور سے دیکھا، قاری صاحب نے جب قراءت ختم کی تو حکیم الاُمّت رحمۃ اللہ علیہ بے حد خوش ہوئے اور بہت تعریف فرمائی، یہ بھی فرمایا کہ پہلے تو میں نے کانوں سے کام لیا اور پھر آنکھوں سے بھی کام لیا۔ [۲]

ایک مرتبہ علماء اور قرّاء کے مجمع میں قاری صاحب نے تلاوت کی اور اس میں شام کے ایک بڑے عالم ملّا رمضانی بھی بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا:

يَا فَتْح مُحَمَّد أَنْتَ فَاتِحُ الْقُرَّاء

اے فتح محمد! آپ قاریوں کے فاتح ہیں۔

اور جب آپ نے وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ کی تلاوت کی تو انہوں نے کہا کہ حرفِ ''ض'' کی سب حرفوں سے ممتاز اور صحیح ادائیگی میں نے آج تک کسی سے بھی نہیں سنی۔ [۳] قرّاء جانتے ہیں کہ حرفِ ''ض'' تمام حرفوں میں سب سے مشکل ادا کیا جانے والا حرف ہے۔

---

[۱] اشرف السوانح: ۱/ ۳۶

[۲] تذکرۃ الشیخین: ۱/ ۱۷

[۳] تذکرۃ الشیخین: ۱/ ۶۹

قاری فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کے معجزہ ہونے کی ایک نشانی تھے

تو آپ بہت بڑے قاری تھے، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے قرآنِ پاک پر حضرت کو ایسا دسترس عطا کیا تھا کہ جہاں سے چاہتے اور جس طرح چاہتے پڑھتے، پورے قرآن کی تمام آیات کے صرف ابتدائی کلمات کو ایک ہی مجلس میں سورۂ فاتحہ کی طرح فَرفَر پڑھ لیتے تھے، اَلْحَمْدُ، اَلرَّحْمٰنِ، مٰلِكِ، إِيَّاكَ، اِهْدِنَا، ہزاروں آیتوں کے صرف ابتدائی الفاظ کو پڑھنا، اللہ اکبر! اسی طرح قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ قرآن کو پیچھے کی طرف سے پڑھنے پر بھی قدرت رکھتے تھے، پہلے آخری آیت پھر اس سے پہلے والی، پھر اس سے پہلے والی، جیسے مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ، اَلَّذِىْ يُوَسْوِسُ فِىْ صُدُوْرِ النَّاسِ، مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ، آپ اس ترتیب سے بھی قرآن کو سورۂ فاتحہ کی طرح فَرفَر پڑھ جاتے تھے۔[1]

رمضانُ المبارک کی راتوں میں آپ سحری تک نماز میں مشغول رہتے تھے اور تجوید کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے تھے، ہر تیسرے دن قرآنِ مجید ختم کر لیتے، اس طرح رمضان کے اختتام تک دس قراءتوں میں دس قرآن ختم کر لیتے۔[2]

میں نے حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی ہے، وہ قرآنِ مجید کے معجزہ ہونے کی ایک نشانی تھے، اگر ان کو دیکھا نہ ہوتا تو ان کے کمالات کا یقین کرنا مشکل ہوتا۔

قاری فتح محمد صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت بھی ہوئے ہیں اور آپ کی صحبت بھی اُٹھائی ہے، پھر حضرت حکیم الاُمّت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت مفتی محمد حسن امرتسری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور اپنی اصلاح کرائی، حضرت

---

[1] تذکرۃ الشیخین: ۱/ ۷۱

[2] تذکرۃ الشیخین: ۱/ ۷۸

مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلافت و اجازت سے بھی نوازا۔[۱] آپ کا انتقال مدینہ منوّرہ میں ہوا اور آپ جنّت البقیع میں مدفون ہیں۔[۲] میں نے اپنے بعض بزرگوں سے سنا کہ جب قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منوّرہ میں قیام پذیر تھے اس وقت امامِ مسجدِ نبوی، شیخ حذیفی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ سے فنِّ قراءت میں استفادہ کیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی رحمت اور برکت والی صورت اختیار کرو

اس تفصیل سے آپ کو اندازہ ہوگیا ہوگا کہ یہ کتنے بڑے آدمی تھے، علم وعمل دونوں کے جامع تھے، وہ فرماتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کی رحمت اور برکت والی صورت بناؤ تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت نازل ہو۔[۳] میرے سارے دوست جو یہاں اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں، اسی طرح وہ تمام احباب جو اپنے گھروں میں، مختلف شہروں میں اور مختلف ملکوں میں سن رہے ہیں یا بعد میں سنیں گے، آپ سب کی خدمت میں میری گزارش ہے کہ اپنے چہروں کو اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنّت سے آراستہ کرو، جن حضرات کے چہروں پر ڈاڑھیاں نہیں ہیں ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ ڈاڑھی رکھ لیں، جن کی ہے مگر ایک مُشت سے کم ہے ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ پوری ایک مُشت رکھ لیں، بہت سے ایسے حضرات بھی ہیں جن کی نیچے کی جانب تو بالکل ٹھیک ہے، مگر وہ دائیں اور بائیں جانب ایک مشت سے کم کردیتے ہیں، ان کی خدمت میں بھی گزارش ہے کہ وہ دائیں اور بائیں جانب بھی ایک مشت پوری کرلیں اس لئے کہ یہ ضروری ہے، اسی طرح ہونٹ کے نیچے کے بال جسے ڈاڑھی بچہ کہتے ہیں، اسے بھی نہ کاٹے، یہ بھی ڈاڑھی کا حصّہ ہے۔

---

[۱] تذکرۃ الشیخین: ۱/ ۷۶، ۷۷

[۲] تذکرۃ الشیخین: ۱/ ۸۴

[۳] اغلاط الخواص والعوام، ص: ۱۸۰

اللہ تعالیٰ اعمال میں بھی حسن کو پسند کرتے ہیں

بات یہ عرض کرر ہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حسن و جمال والے ہیں، حسن و جمال کو پسند کرتے ہیں، اسی لئے ہماری رہنمائی فرمائی کہ ایسے کپڑے پہنو، ایسے نہیں، اتنا بدن کھلا رکھ سکتے ہیں، اتنا نہیں، سر کے بالوں کو اس طرح کاٹو، اس طرح نہیں، گھر کو صاف رکھو، گھر کے آنگن کو صاف رکھو، بدن کو صاف رکھو، غسل کرو، بغل اور ناف کے نیچے کے بالوں کو صاف کرو، خوشبو استعمال کرو، خلاصہ یہ ہے کہ سب کچھ بتلایا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہم حسین و جمیل رہیں۔

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ ہمارے اعمال میں بھی حسن کو دیکھنا چاہتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ﴾

(الملك: ۲)

وہ (اللہ) جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سب سے زیادہ حسین اور اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں اس لئے بھیجا ہے کہ وہ دیکھے کہ ہم میں سے سب سے زیادہ حسین عمل کرنے والا کون ہے۔

عمل کا حسن

اب سوال یہ ہے کہ عمل حسین اور خوبصورت کیسے بنے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے مطابق کرنے سے، سنن اور مستحبات و آداب کے اہتمام سے، سنن اور مستحبات و آداب کا جس قدر اہتمام ہوگا عمل اُتنا ہی حسین بنے گا، مثال کے طور پر ایک

شخص نے نماز پڑھی، نہ کوئی فرض چھوٹا نہ واجب، تو فقہی اعتبار سے نماز ہوگئی، لیکن چونکہ سنّت کی ادائیگی میں پانچ فیصد کی کمی تھی اس لئے نماز خوبصورت اور حسین تو ہوئی مگر خوبصورتی اور حسن میں پانچ فیصد کی کمی رہ گئی، ایک دوسرے شخص کی نماز کو دیکھا گیا تو اس میں سنت کی رعایت سو (۱۰۰) فیصد پائی گئی، تو اس کی نماز خوبصورتی اور حسن میں پہلے شخص کی نماز سے بڑھ گئی، اسی طرح ایک شخص نے تلاوت کرنے کے لئے وضوء تو کیا اس لئے کہ قرآن کو چھونے کے لئے وضوء ضروری ہے، لیکن تلاوت کے آداب کا خیال نہیں رکھا؛ قبلہ رو ہوکر نہیں بیٹھا، خوشبو نہیں لگائی، آداب کو اہمیت نہیں دی، اب اس صورت میں تلاوت کا عمل تو ہوا لیکن خوبصورت نہیں ہوا۔

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ صرف یہ دیکھنا نہیں چاہتے کہ ہم میں سے سب سے زیادہ عمل کرنے والا کون ہے، نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ہم میں سے سب سے زیادہ حسین عمل کرنے والا کون ہے، اللہ تعالیٰ نے اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (تم میں سے سب سے زیادہ حسین عمل کرنے والا کون ہے) فرمایا، اَیُّکُمْ اَکْثَرُ عَمَلًا (تم میں سے سب سے زیادہ عمل کرنے والا کون ہے) نہیں فرمایا۔

اعمال میں اعلیٰ درجے کا حسن آداب سے آتا ہے

میرے بھائیو! آج کل آداب کو نظر انداز کرنے کا ایک ماحول بن گیا ہے، لوگ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ سنن اور آداب فرض اور واجب تھوڑے ہی ہیں۔ بیشک فرض اور واجب نہیں ہیں مگر ان کی وجہ سے عمل بہت قیمتی ہوجاتا ہے، عمل مقدار میں تھوڑا ہو مگر سنتوں کے ساتھ ہو، مستحبات کے ساتھ ہو، آداب کی رعایت کے ساتھ ہو، وہ بہتر ہے اس عمل سے جو مقدار میں بہت زیادہ ہو مگر سنّت سے، مستحب سے اور ادب سے خالی ہو، اللہ تعالیٰ جمیل ہیں اور جمال کو ہر چیز میں پسند کرتے ہیں، اعمال میں بھی، معاشرت میں بھی، معاملات میں بھی،

تلاوت میں بھی، نماز میں بھی، اگر کسی نے عمل کرتے ہوئے فرائض اور واجبات کا اہتمام کیا تو عمل تو وجود میں آ گیا مگر ابھی تک حسین نہیں ہوا، عمل سنن اور آداب کے اہتمام سے حسین ہوگا، ایک گھر کی مثال لے لیجئے! بنیاد پڑ گئی، دیواریں کھڑی ہوگئیں، چھت پڑ گئی، کھڑکیاں لگ گئیں، ہیٹر آ گیا، ایئر کنڈیشن آ گیا، ظاہر ہے کہ عمارت تو وجود میں آ گئی لیکن ابھی خوبصورت نہیں ہے، یہ عمارت کس چیز سے خوبصورت ہوگی؟ decoration (آرائش) سے جو عمارت کے وجود کے لئے ضروری بھی نہیں ہے، پتا چلا کہ عمارت ان چیزوں سے خوبصورت نہیں بنتی جو ضروری ہیں، ضروری چیزوں سے عمارت وجود میں آتی ہے، خوبصورت ان چیزوں سے بنتی ہے جو ضروری نہیں ہیں، ٹھیک اسی طرح فرائض اور واجبات ضروری کام ہیں جن سے عبادت وجود میں آتی ہے، پھر وہ خوبصورت بنتی ہے سنن اور مستحبات و آداب سے جو ضروری نہیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یہی چاہتے ہیں کہ ان کے اعمال خوبصورت ہوں۔

میرے بھائیو! فرائض اور واجبات تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر لازم کئے گئے ہیں اس لئے انہیں تو ہمیں ادا کرنا ہی ہے، اعلیٰ درجے کا کمال تو یہ ہے کہ ان کے ساتھ ہم سنتوں کا بھی اہتمام کریں اور مستحبات و آداب کا بھی جو کہ ہم پر نہ فرض ہیں نہ واجب، آج یہ طے کرلو کہ ان شاء اللہ ہم فرائض اور واجبات کے ساتھ سنن اور مستحبات و آداب کا بھی اہتمام کریں گے۔

حدیث شریف کے سب سے پہلے مدوّن: امام ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے اسلاف کے یہاں آداب کی بڑی اہمیت تھی، متقدّمین اور متأخّرین دونوں کے یہاں آپ کو آداب کا بہت زیادہ اہتمام نظر آئے گا، ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم اور جلیل القدر محدّث گزرے ہیں، مدوّنینِ حدیث میں سب سے پہلا نام آپ کا

آ تا ہے۔[۱] مدوّنینِ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حدیثوں کو کتابی شکل میں اُمّت کے سامنے سب سے پہلے پیش کرنے والے حضرات، اکثر علماء کی رائے یہی ہے کہ ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ اوّلُ المدوّنین یعنی احادیثِ شریفہ کو اُمّت کے لئے کتابی شکل میں مرتّب کرنے والے سب سے پہلے شخص ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس، تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے پاس احادیث کی اپنی اپنی کاپیاں تھیں، احادیث کے اپنے اپنے مجموعے تھے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو محیّر العقول حافظے عطا کئے تھے، ان کے پاس photographic memory تھی اس لئے حدیثیں حافظے میں بھی محفوظ تھیں، لیکن اُمّت کو حدیثوں کا تحفہ کتابی شکل میں سب سے پہلے ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ نے دیا، اوراس کے بعد یہ سلسلہ چلتا رہا اور مختلف علماء یہ کام انجام دیتے رہے یہاں تک کہ اُمّت کو صحیح البخاری، صحیح مسلم وغیرہ احادیث کی درجنوں کتابیں نصیب ہوئیں۔

امام ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ادب کی اہمیت

ان کی نظر میں ادب کی اہمیت کتنی تھی اس کا اندازہ ان کے اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے، فرماتے ہیں:

كُنَّا نَأْتِي الْعَالِمَ

ہم عالم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

میں کس کی بات نقل کر رہا ہوں؟ ایک علم کے شیدائی کی، علم کے شوقین کی اور علم کے حریص کی، اُس کی جس کو دنیا علم کی وجہ سے پہچانتی ہے کہ آپ بہت بڑے محدّث ہیں، بہت بڑے عالم ہیں اور اُمّت کے چوٹی کے علماء میں سے ہیں، طلبہ اور علماء کے لئے ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ کی حیثیت اوران کے مقام کو مزید بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے، مدرسے کا

---

[۱] فتح المغیث: ۱۹/۳

ہر طالبِ علم جانتا ہے کہ ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ کون ہیں، ان کا یہ مقولہ ہم طلبہ کے لئے عبرت کا سامان ہے، آج جو ہمارا ایک مزاج بن گیا ہے کہ ادب، ادب، ادب، یہ کیا ہے؟ کیا ادب فرض ہے؟ کیا ادب واجب ہے؟ استغفر اللہ! شیطان ہمارا نقصان کرنے کے لئے ذہنوں میں اس قسم کی باتیں ڈالتا ہے، مدارس کے طلبہ کے ذہنوں میں بھی اور خانقاہ میں جانے والے تزکیہ کے طالبین کے ذہنوں میں بھی، اور جب مدارس اور خانقاہ سے تعلّق رکھنے والوں کے ذہنوں میں اس قسم کی بات آتی ہے کہ یہ ادب ہی تو ہے، کیا یہ فرض ہے؟ واجب ہے؟ تو جو لوگ کالج اور یونیورسٹی میں پڑھ رہے ہیں ان کا تو پوچھنا ہی کیا! سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ ادب کو اہمیت کی نگاہ سے دیکھیں گے، اور ان کو قصوروار ٹھہرایا بھی نہیں جا سکتا اس لئے کہ جب علم سے اور دین سے تعلّق رکھنے والوں کے نزدیک ادب کی اہمیت نہیں ہے تو ان سے ہم ادب کی کیسے توقّع رکھ سکتے ہیں؟

تو ابنِ شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كُنَّا نَأْتِي الْعَالِمَ فَمَا نَتَعَلَّمُ مِنْ أَدَبِهِ أَحَبُّ إِلَيْنَا مِنْ عِلْمِهِ[1]

ہم عالم کی خدمت میں حصولِ علم کے لئے حاضر ہوتے تھے، پس وہ ادب جو ہم ان سے سیکھتے تھے وہ ہمیں ان کے علم سے زیادہ محبوب تھا۔

مطلب یہ ہے کہ جب ہم کسی عالم کے پاس جاتے تھے تو ہمیں ان سے دو چیزیں ملتی تھیں؛ علم اور ادب، علم ملنے پر بھی بہت خوشی ہوتی تھی اس لئے کہ علم بہت بڑی دولت ہے، لیکن ادب ملنے پر جتنی خوشی ہوتی تھی اتنی علم ملنے پر نہیں، ادب ہمارے نزدیک زیادہ محبوب تھا بنسبت علم کے، علم بھی محبوب تھا مگر ادب اس سے بھی زیادہ محبوب تھا، اور ظاہر ہے کہ جب ان کے نزدیک علم کے بنسبت ادب زیادہ محبوب تھا تو اگر حصولِ علم پر سو (۱۰۰) فیصد توجّہ رہی ہوگی تو حصولِ ادب پر ان کی توجّہ سو (۱۰۰) فیصد سے زیادہ ہی رہی ہوگی۔

---

[1] تاريخ الإسلام: ۵/۵۰۹

امام ابنِ وہب رحمۃ اللہ علیہ اور ادب کی اہمیت

چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ابنِ وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَا نَقَلْنَا مِنْ أَدَبِ مَالِكٍ أَكْثَرُ مِمَّا تَعَلَّمْنَا مِنْ عِلْمِهٖ[1]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ہم نے جتنا ادب سیکھا وہ ان سے حاصل کئے ہوئے علم سے زیادہ ہے۔

ہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے اور ان سے استفادہ کیا، ان سے ہم نے علم بھی حاصل کیا اور ادب بھی حاصل کیا، لیکن ہم نے ان سے جتنا علم حاصل کیا اس سے زیادہ ادب حاصل کیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ علم تو سو (۱۰۰) فیصد حاصل کیا لیکن ادب اس سے بھی زیادہ۔

ادب حصولِ علم کا ذریعہ ہے

میرے بھائیو! علم سے پہلے ادب آتا ہے اس لئے کہ ادب ہوگا تو علم ملے گا، ادب نہیں ہوگا تو علم نہیں ملے گا۔

مَنْ لَا أَدَبَ لَهٗ لَا عِلْمَ لَهٗ

جس کے پاس ادب نہیں ہے اس کو علم نصیب نہیں ہوگا۔

علم سے پہلے ادب سیکھنا ضروری ہے اس لئے کہ طالبِ علم اگر ادب کے بغیر حصولِ علم کی کوشش کرے گا تو ناکام رہے گا، بے ادبی علم کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔

اسی لئے ایک قریشی نوجوان جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں علم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فراست سے اندازہ لگا لیا کہ ادب کی کمی ہے تو فرمایا:

---

[1] سير أعلام النبلاء: ۸/ ۱۱۳

يَا ابْنَ أَخِيْ! تَعَلَّمِ الْأَدَبَ قَبْلَ أَنْ تَتَعَلَّمَ الْعِلْمَ[1]

اے میرے بھتیجے! علم کو سیکھنے سے پہلے ادب سیکھ لو۔

ادب میں کوتاہی کی وجہ سے دو مہینے کے لئے سبق بند

امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ بڑے جلیل القدر محدّث ہیں، ان کے ایک شاگرد عبد الرحمٰن بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم اپنے استاذِ محترم عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے علم حاصل کر رہے تھے کہ طلبہ میں سے کسی طالبِ علم کو ہنسی آگئی، آپ نے پوچھا کہ کون ہنس رہا ہے؟ وہ طالبِ علم خاموش رہا، آپ نے کئی مرتبہ پوچھا مگر طالبِ علم نے جواب نہیں دیا، ایک بے ادبی تو یہ ہوئی کہ درس گاہ میں ہنسا اور دوسری بے ادبی یہ ہوئی کہ استاذ کے بار بار پوچھنے پر بھی اس نے بتلایا نہیں، دوسرے طلبہ نے سوچا ہوگا کہ کئی مرتبہ پوچھنے کے باوجود وہ طالبِ علم نہیں بتلا رہا ہے، اب اگر ہم بھی نہیں بتلائیں گے تو ہم بھی قصوروار ٹھہریں گے، اس لئے انہوں نے بتلایا کہ فلاں طالبِ علم ہنس رہا تھا، عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف متوجّہ ہوئے اور دو مرتبہ فرمایا:

تَطْلُبُ الْعِلْمَ وَأَنْتَ تَضْحَكُ؟

تم علم حاصل کرتے ہوئے ہنس رہے ہو؟

لَا حَدَّثْتُكُمْ شَهْرَيْنِ

(تمہاری اس بے ادبی کی وجہ سے) دو مہینے تک پوری جماعت کا سبق بند رہے گا۔[2]

آپ نے دیکھ لیا کہ ہمارے اسلاف کے یہاں ادب کی کتنی اہمیت تھی، ایک طالبِ

[1] حلية الأولياء:۶/۳۳۰

[2] حلية الأولياء:۹/۶

علم سے ادب کے خلاف ایک کام ہوا تو استاذ نے تنبیہ کی اور دو مہینے تک پوری جماعت کو سبق نہیں پڑھایا۔

امام عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کا اعلیٰ درجے کا ادب

عبدالرحمٰن بن عمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں اس قدر ادب تھا کہ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے آپ کو کبھی قہقہہ لگا کر ہنستے دیکھا ہو، آپ صرف مسکراتے تھے، کبھی آپ کو اگر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں اپنی ہنسی کو کنٹرول نہیں کرسکوں گا تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ دیتے تھے تاکہ وقار باقی رہے۔[1]

یہ ہے ادب میرے بھائیو! اسے آپ وقار بھی کہہ سکتے ہیں، dignity بھی کہہ سکتے ہیں، آج کل ہمارے مدارس کے طلبہ میں بھی ادب کے سلسلے میں بہت غفلت ہے، اسی وجہ سے ان کے ذہنوں میں اس قسم کی باتیں گزرتی ہیں کہ کیا ادب ضروری ہے؟ اگر استاذ کے سامنے چار زانو بیٹھ گئے تو کیا حرج ہے؟ کتاب پر اگر کہنی رکھ دی تو کیا حرج ہے؟ استاذ کے سامنے تپائی پر کہنی رکھ کر بیٹھے ہوئے ہیں تو کیا حرج ہے؟ عزیز طلبہ! اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آپ کو علم کے مبارک راستے پہ ڈالا ہوا ہے تو اس مبارک علم کے جو تقاضے ہیں انہیں پورا کرنا چاہئے۔

ادب کا بے مثال اہتمام

عبدالوہّاب الورّاق رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں، ان کے بیٹے ابو بکر الحسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے والد صاحب کو قہقہہ لگا کر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا، آپ صرف مسکراتے تھے۔ امام عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تو ان کے ایک شاگرد کا بیان ہے، لیکن یہاں تو بیٹا اپنے والد کے بارے میں کہہ رہا ہے کہ میں نے اپنے والد کو

[1] حلیة الأولياء: ۶/۹

کِھل کِھلا کر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا، ظاہر ہے کہ بیٹے کے سامنے اپنے والد کی پوری زندگی ہوتی ہے۔

آگے مزید کہتے ہیں:

مَا رَأَيْتُهُ مَازِحًا قَطُّ

میں نے انہیں کبھی بھی دل لگی کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

مزید کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنی امّی جان کے ساتھ دل لگی کرتے ہوئے کِھل کِھلا کر ہنس رہا تھا کہ اچانک ابا جی آ گئے، انہوں نے مجھے اس حال میں دیکھ کر فرمایا:

صَاحِبُ قُرْآنٍ يَضْحَكُ هٰذَا الضِّحْكَ؟

صاحبِ قرآن ہو کر اس طرح کِھل کِھلا کر ہنس رہے ہو؟[1]

یہ تھی ہمارے بڑوں کی نظر میں ادب کی اہمیت، بیٹا اپنی ماں کے ساتھ تنہائی میں دل لگی کر رہا تھا، وہاں دوسرا کوئی نہیں تھا، اس کے باوجود امام عبدالوہّاب رحمۃ اللہ علیہ نے تنبیہ فرمائی، یہ بہت اعلیٰ درجے کا ادب ہے کہ خلوت و جلوت دونوں میں انسان با ادب رہے، اسے یہ احساس رہے کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، ذہن میں ہر وقت یہ خیال رہے کہ اگر میں اپنے اساتذہ، اپنے مشائخ، اپنے شاگردوں، اپنے مصلیوں اور دوسرے لوگوں کے سامنے ادب کو ملحوظ رکھتا ہوں تو مجھے خلوت اور تنہائی میں بھی با ادب رہنا چاہئے اس لئے کہ اس وقت میرا خالق و مالک مجھے دیکھ رہا ہوتا ہے اور وہ ادب کا زیادہ حق دار ہے۔

شیطان کا سب سے پہلا حملہ

ابھی اوپر حضراتِ علماءِ کرام کے ساتھ مذاکرہ ہو رہا تھا، ان کی خدمت میں میں نے ایک

---

[1] تاریخ الإسلام: ۶/ ۱۱۸

بات یہ عرض کی کہ دین کی عمارت کو کھوکھلا کرنے کے لئے شیطان کا سب سے پہلا حملہ آداب پر ہوتا ہے، فرض اور واجب پر نہیں، اس لئے کہ ایک دین دار آدمی فرائض، واجبات اور سنن کو چھوڑنے کے لئے کبھی تیار نہیں ہوگا، جس کی زندگی میں آداب تک کی ساری چیزیں موجود ہیں، وہ اعلیٰ چیزوں کو چھوڑنے کے لئے کیسے تیار ہوگا؟ اس لئے شیطان سب سے پہلے آداب پر حملہ کرتا ہے، اگر آداب کی اینٹ ہلی تو پھر سنن کی اینٹ ہلے گی، سنن کی اینٹ ہلی تو واجبات کی ہلے گی، واجبات کی ہلی تو فرائض کی ہلے گی اور فرائض کی ہل گئی تو اخلاص، یقین اور ایمان کی اینٹ بھی ہل سکتی ہے، اس لئے دین داروں کے ساتھ شیطان کی ترتیب یہ ہوتی ہے کہ وہ سب سے پہلے آداب پر حملہ کرتا ہے۔

ہماری کوشش کیا ہونی چاہئے؟ ہمیں فرائض اور واجبات کے اہتمام کے ساتھ زندگیوں کو سنن اور آداب سے آراستہ کرنے کی بہت زیادہ کوشش کرنی چاہئے اس لئے کہ اگر آداب کی اینٹ مضبوط ہوگئی تو سنن والی اینٹ مضبوط ہوگی، اور وہ جب مضبوط ہوگی تو واجبات والی اینٹ مضبوط ہوگی، اور وہ جب مضبوط ہوگی تو فرائض والی اینٹ مضبوط ہوگی، اور وہ جب مضبوط ہوجائے گی تو اخلاص، یقین، توحید اور ایمان کی اینٹ خوب مضبوط رہے گی۔

ادب کے بارے میں بزرگوں کے ارشادات

ہمارے اکابر میں حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں، آپ یہ فرماتے تھے کہ ادب دین کے لئے ایک بنیادی چیز ہے، ادب جتنا بڑھتا چلا جائے گا دین اتنا ہی مضبوط ہوتا چلا جائے گا اور ادب جتنا کم ہوتا چلا جائے گا دین اتنا ہی کمزور ہوتا چلا جائے گا۔ [1]

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کی زندگی میں ادب نہ ہو وہ خالق کا بھی معتوب اور مغضوب ہوتا ہے اور مخلوق کا بھی، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہوتے ہیں

[1] خطبات حکیم الاسلام: ۱۶۵/۳

اور مخلوق بھی اس سے ناراض ہوتی ہے۔[1]

شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں کہ جس شخص کی زندگی میں ادب نہ ہو وہ کسی بھی درجے میں اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہوسکتا۔[2]

علّامہ ابنُ القیّم رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

اَلْأَدَبُ هُوَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ[3]

ادب سراپا دین ہے۔

دین کی تعلیمات پر اگر آپ غور کریں گے تو آپ کو پتا چلے گا کہ وہ ادب سے بھرپور ہیں۔

اپنے اعمال کو سنتوں اور مستحبات و آداب سے آراستہ کرو

میرے بھائیو! آج یہ طے کرلو کہ ہم اپنے تمام اعمال کو سنن اور مستحبات و آداب کے ذریعے حسین بنائیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ بہت راضی ہوں، ہم آج سے معلوم کریں گے کہ نماز میں کیا کیا چیزیں سنّت ہیں اور پھر اس کے مطابق نماز پڑھیں گے، اسی طرح نماز کے مستحبات اور آداب بھی سیکھیں گے اور ان سے بھی اپنی نمازوں کو آراستہ کریں گے۔

بہت سے نماز پڑھنے والے نمازیں تو پڑھتے ہیں لیکن یہ غور نہیں کرتے کہ میری نماز سنّت طریقے کے مطابق ہے یا نہیں؟ ہمیں تو ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں کہ نماز کی سنتیں کتنی ہیں اور کیا ہیں، ہمارے بہت سے دین دار بھائی بہن کھانے پینے وغیرہ کاموں میں سنتوں کا بہت خیال کرتے ہیں کہ کھانے کی یہ سنتیں ہیں، پینے کی یہ سنتیں ہیں، سونے کی یہ سنتیں ہیں، یہ بہت اچھی بات ہے، زندگی کے ہر شعبے میں سنتوں کا اہتمام ہونا چاہیے، لیکن ہمیں یہ بھی سوچنا

---

[1] جلاء الخواطر، ص: ۱۱۴

[2] کشف المحجوب، ص: ۵۸۰، ۵۸۱

[3] مدارج السالکین: ۲۳۵۶/۳

چاہئے کہ کھانا، پینا، سونا جو نماز کے مقابلے میں بہت کم درجے کی چیزیں ہیں، جب ان کاموں میں سنتوں کا اتنا اہتمام ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم نے ابھی تک نماز جیسی مہتم بالشان عبادت کی سنتیں معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی؟

زندگی آداب سے معمور ہونی چاہئے

میرے بھائیو! ہماری زندگی کا ہر ہر پہلو ادب سے معمور ہونا چاہئے، دل میں ہر قابلِ قدر چیز کا ادب ہونا چاہئے، اللہ جلّ جلالہُ وعمَّ نوالہُ کا ادب ہو، کعبے کا ادب ہو، قبلے کا ادب ہو، قبلے کی طرف پیر نہ پھیلائے جائیں، قبلے کی طرف رُخ یا پُشت کر کے استنجاء نہ کیا جائے، اسی طرح غسل کرتے ہوئے بھی قبلے کی طرف نہ رُخ ہو نہ پشت، اسی وجہ سے میں لوگوں کو ترغیب دیتا ہوں کہ بیٹھ کر غسل کرنے کی عادت ڈالو، جب کھڑے ہو کر شاوَر (shower) سے غسل کرتے ہیں تو آدمی چاروں طرف گھومتا ہے، اس صورت میں ظاہر ہے کہ قبلے کی طرف چہرہ بھی ہوگا اور پیٹھ بھی، بیٹھ کر غسل کریں گے تو ایسا نہیں ہوگا، اسی طرح جب کھڑے ہو کر غسل کرتے ہیں تو ستر بھی زیادہ ظاہر ہوتا ہے اور بیٹھ کر کرتے ہیں تو کم ظاہر ہوتا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف پر ادب کا غلبہ

جب زندگی میں ادب آتا ہے اور پھر اس میں ترقّی ہوتی ہے تو ادب کا غلبہ ہوتا ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم استنجاء کے لئے جاتے تھے تو سینے کو خوب جھکا کر بیٹھتے تھے۔[1] یہ ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب تھا، انہیں اللہ تعالیٰ سے حیا آتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ستر کھلے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کے ایک مسترشد مولانا ایوب کھولوڈیا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے سنا کہ حضرت پر اللہ تعالیٰ کے ادب کا ایسا غلبہ تھا کہ سر سے ٹوپی نہیں اُتار سکتے تھے، تنہائی میں بھی صرف ضرورت کے موقع پر اُتارتے تھے،

[1] تفسیر الطبري: ۳۲۰/۱۲

مثال کے طور پر جب احرام میں ہوتے تھے، جب بال کٹوانا ہوتا تھا یا غسل کرنا ہوتا تھا وغیرہ، ورنہ سوتے بھی تھے ٹوپی پہن کر، فرماتے تھے کہ سر ننگا کرتے ہوئے حیا آتی ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں۔ اتنا ادب ضروری نہیں ہے لیکن ادب میں ترقّی کرتے کرتے آدمی کہاں تک پہنچ جاتا ہے، تو جس کی یہ کیفیت ہو جائے کہ چونکہ مجھے اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں، میں سر سے ٹوپی کیسے اُتاروں؟ ایسا شخص گناہ کیسے کر سکے گا؟ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کیسے کر سکے گا؟ بلکہ کسی مکروہ عمل کو بھی کیسے کر سکے گا؟

اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ سب سے زیادہ حسین عمل کون کرتا ہے

تو میرے بھائیو! آج یہ نیت کر لو کہ ان شاء اللہ ہم اپنے اعمال کو حسین بنائیں گے، ایک تو زنا ہے، شراب ہے، گالی ہے، غیبت ہے، یہ تو قبیح اور بُرے اعمال ہیں، گندے اعمال ہیں، اس قسم کے گندے اعمال سے ہمیں ہر حال میں دور رہنا چاہئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ صرف حسین اعمال کو دیکھنا چاہتے ہیں؛ نماز، روزہ، زکوٰۃ، اس میں اللہ تعالیٰ پھر یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ سب سے زیادہ حسین عمل کس کا ہے، اور عمل کو سب سے زیادہ حسین بنانے کے لئے دو کام کرنے ہیں؛ ایک تو دل کا تزکیہ کر کے اخلاص پیدا کرنا ہے اور اس کے بعد اس کو بڑھانا ہے، اور دوسرا، سنن اور مستحبات و آداب سے عمل کو مزید آراستہ کرنا ہے۔

ادب کا نتیجہ سعادت اور بے ادبی کا نتیجہ شقاوت

علّامہ ابنُ القیّم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کی زندگی ادب سے آراستہ ہو تو یہ اس کی سعادت اور فلاح و کامیابی کی علامت ہے اور جس کی زندگی میں ادب کم ہو تو یہ اس کی بدبختی اور ہلاکت کی علامت ہے۔[1] مطلب یہ ہے کہ ادب سے دنیا اور آخرت کی سعادت اور

---

[1] مدارج السالکین: ۲۳۶۸/۳

کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے اور ادب کی کمی کی وجہ سے دونوں جہان میں ناکامی ہوگی اور محرومی سے دو چار ہونا پڑے گا، علّامہ ابنُ القیّم رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کی مثالیں بھی دی ہیں، فرماتے ہیں کہ غور کیجئے کہ ایک شخص کو والدین کے ساتھ ادب نے غار کی ہلاکت سے کیسے بچا لیا؟ اور ماں کے حق میں ادب کی کوتاہی نے ایک عابد کو کس طرح آزمائش میں مبتلا کردیا؟[1]

علامہ ابنُ القیّم رحمۃ اللہ علیہ نے جن دو واقعات کی طرف اشارہ فرمایا ان میں سے پہلا واقعہ حدیثُ الغار سے مشہور ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو بکریوں کو چرانے کے بعد رات کو تاخیر سے گھر پہنچا، ماں باپ انتظار کرکے سو چکے تھے، اس نے ان کے جاگنے کا انتظار کیا اور اپنی عادت کے مطابق پہلے انہیں دودھ پلایا اور پھر اس کے بعد بیوی بچوں کو، یہ اس کا ادب تھا اپنے ماں باپ کے لئے۔

ہمارے گھریلو حالات

آج ہمارے گھروں میں ترتیب بدل گئی ہے، پہلے بیوی بچّے اور پھر ماں باپ، اور بیویوں کا حال بھی عجیب ہے، وہ اپنے ماں باپ سے محبت کریں اور ان کو مقدّم رکھیں تو یہ ان کا حق ہے، لیکن اگر شوہر ایسا کرے تو ان کو ناراضگی ہوتی ہے، تقریباً ہر بیوی کی یہ چاہت رہتی ہے کہ شوہر ہر معاملے میں انہیں ترجیح دے حتّٰی کہ ماں کے اوپر بھی، اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اختلاف کی صورت میں بھی شوہر میری طرف داری کرے چاہے ماں حق پر کیوں نہ ہو، اور اس سلسلے میں وہ بار بار اپنے شوہر کا امتحان بھی لیتی رہتی ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں میں ساس سے لڑ پڑتی ہے صرف یہ دیکھنے کے لئے کہ شوہر کس کی طرف داری کرتا ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں کو خواہ مخواہ بڑا بنا دیتی ہے کہ تمہاری ماں نے آج میرے ساتھ ایسا کیا اور ایسا کیا، اور شوہر بھی ماشاء اللہ جورو (بیوی) کا غلام ہے، اپنی بیوی کی حمایت میں ماں سے لڑ پڑتا ہے۔

---

[1] مدارج السالکین: ۲/۳۶۸

اُمّتِ مسلمہ کے مسائل کا واحد حل

میرے بھائیو! کس کس چیز کا رونا روئیں؟ اللہ جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ کے دین کو اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تعلیمات کو چھوڑنے کی وجہ سے ہمارے حالات بد سے بدتر ہوتے چلے جا رہے ہیں، مسلمان چیخ رہے ہیں، چلّا رہے ہیں، مگر حالات کے بہتر ہونے کی دور دور تک کوئی امید نظر نہیں آتی، میں پہلے بھی یہ بات کئی بار کہہ چکا ہوں اور آج اسے پھر دہرا رہا ہوں کہ مسلمانوں کے مسائل نہ اقوامِ متّحدہ کے کسی ریزولیوشن سے حل ہوں گے، نہ کسی حکومت کی حمایت سے، نہ کسی احتجاج یا مظاہرے سے، نہ کسی حکومت یا عالمی ادارے کو petition (عرضی) پیش کرنے سے، اگر حل ہوں گے تو صرف ایک طریقے سے، اور وہ یہ ہے کہ اُمّت اللہ تعالیٰ کے دین پر آ جائے اور اللہ کے نبی صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے طریقے پر آ جائے، اس کے علاوہ اُمّت کے مسائل کا دوسرا کوئی حل نہیں ہے، میرے بھائیو! چاروں طرف خطرے ہی خطرے ہیں، اگر پوری اُمّت دین پر نہیں آتی تو آپ کو اور مجھے آ جانا چاہئے تاکہ کم سے کم ہم، ہماری اولاد اور ہماری نسل تو بچ جائیں۔

ادب کی طرف ہر ایک کو توجّہ کرنی چاہئے

میرے بھائیو! دسترخوان پر جب کھانے کے لئے بیٹھو تو سب سے پہلے اس کو شروع کرنے دو جو سب سے بڑا ہے، یہ کھانے کا ادب ہے، ہم لوگ ادب کے معاملے میں اتنے کوتاہ ہو گئے کہ ہم پانچ منٹ بھی صبر نہیں کر سکتے، اس سلسلے میں خواص کا حال بھی قابلِ رحم ہے، جلسوں سے فراغت پر خصوصی مہمان جب دسترخوان پر پہنچتے ہیں تو اس وقت تک کئی حضرات تو کھانے سے فارغ بھی ہو چکے ہوتے ہیں، ہم پندرہ (۱۵) بیس (۲۰) منٹ انتظار نہیں کر سکتے، جب خواص کا یہ حال ہے تو پھر عوام کا تو کیا پوچھنا؟ میرے بھائیو! مجھے آج گلے میں تکلیف ہے، اس کے باوجود میں دل کی گہرائی سے آپ حضرات کے سامنے ادب کی

اہمیت کو بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، ادب کے موضوع پر اس وقت جو باتیں ہو رہی ہیں، یہ ہم سب پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے، اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ، اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کر کے قدر دانی کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

ادب کی برکت

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وہ چرواہا بکریوں کو چرا کر گھر پہنچا، لیکن چونکہ تاخیر ہوئی تھی اس لئے ماں باپ سو چکے تھے، اس نے یہ فیصلہ کیا کہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے ماں باپ اور اس کے بعد بیوی بچّے، اس کے اس ادب نے اسے ہلاکت سے بچا لیا، ایک مرتبہ سفر کے دوران اس نے ایک غار میں پناہ لی، اوپر سے چٹان لڑھکی اور غار کے منہ کو بند کر دیا، اس نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اے اللہ! میرا ایک عمل ہے جو صرف تجھے راضی کرنے کے لئے کیا تھا، میں نے ایک رات ماں باپ کا ادب کیا تھا، اے اللہ! اگر وہ عمل تیری بارگاہ میں مقبول ہوا ہے تو اس چٹان کو ہٹا دے! اللہ تعالیٰ نے اس عمل کے وسیلے سے کی گئی دعا کو قبول کر لیا اور اس کے لئے نکلنے کا راستہ کھولا۔[1]

بے ادبی کا نتیجہ

علّامہ ابنُ القیّم رحمۃ اللہ علیہ نے بے ادبی کی مثال کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے، یہ واقعہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ بنو اسرائیل میں ایک عابد تھا جس نے ایک پہاڑی پر ایک گرجہ بنایا تھا جس میں وہ رات دن عبادت میں مشغول رہتا تھا، ایک دن اس کی ماں نے اسے پکارا کہ جُرَیج! وہ نماز میں تھا، دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ أُمِّيْ وَصَلَاتِيْ، ایک طرف میری ماں ہے اور دوسری طرف میری نماز، کیا کروں؟ نفل نماز تھی، توڑ دینا چاہئے تھا اس لئے کہ ماں بلا رہی تھی، مگر اس نے نماز کو جاری رکھا اور ماں کو جواب نہیں دیا، سوچا کہ نماز سے

---

[1] صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب حديث الغار، ح(۳۴۶۳)

فارغ ہو کر جواب دوں گا، تاخیر کر دی جس کی وجہ سے ماں کو تھوڑی تکلیف ہوئی، روایتوں کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ اس پر بدکاری کا الزام لگا، اس کو کھینچ کر گرجے سے نکالا گیا، نوچا گیا، مارا گیا اور گرجے کو بھی گرادیا گیا، چونکہ وہ پاک دامن تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کی نصرت آئی اور معاملہ ٹھیک ہو گیا مگر وقتی طور پر ابتلاء اور آزمائش ضرور پیش آئی۔[1]

ماں باپ کا ادب

میرے بھائیو! ماں باپ کا ادب بھی کرو اور ان کی خدمت بھی کرو، ادب بھی اعلیٰ درجے کا کرو، دسترخوان پر ان سے پہلے کھانا مت شروع کرو، ابّا یا امّی کے ساتھ گھر سے نکل رہے ہیں یا گھر میں داخل ہو رہے ہیں تو ہمیشہ ان کو آگے کرو، گاڑی میں پہلے ان کو بٹھاؤ پھر تم بیٹھو، اگر وہ شفقت و محبت کی وجہ سے ہمیں آگے کریں تب بھی ہمیں آگے نہیں بڑھنا چاہئے، ان کی شفقت پر ہمارا ادب غالب رہنا چاہئے، ان کے دلوں میں ہمارے لئے جتنی محبت ہے اس سے بھی زیادہ ہمارے دلوں میں ان کی عظمت ہونی چاہئے، یاد رکھو! یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ ابّا خدمت کریں اور بیٹا یا بیٹی خدمت لے، امّی خدمت کریں اور بیٹی یا بیٹا خدمت لے، ہمارے اساتذہ کے ساتھ، مشائخ کے ساتھ اور ہمارے بڑوں کے ساتھ بھی ہمارا معاملہ اسی طرح ہونا چاہئے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا ادب

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں، انہوں نے ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو سواری پر سوار ہوتے ہوئے دیکھا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے عمر میں بھی بڑے تھے اور ان کے استاذ بھی تھے اس لئے آپ جلدی سے پہنچ گئے اور رِکاب کو تھام لیا تاکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس میں پاؤں رکھنے میں

[1] صحيح البخاري، أبواب العمل في الصلاة، باب إذا دعت الأمّ ولدها، ح(۱۲۱۴)

تکلیف نہ ہو، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی! آپ رہنے دیجئے! حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے جواب میں ارشاد فرمایا:

هٰكَذَا نَفْعَلُ بِعُلَمَائِنَا وَكُبَرَائِنَا[1]

ہم اپنے علماء اور اکابر کے ساتھ اسی طرح کا سلوک کرتے ہیں۔

حضرت ابوعبید قاسم بن سلّام رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

ہمارے اسلاف جب علم حاصل کرنے کے لئے اپنے اساتذہ کے پاس جاتے تھے تو دروازے پر دستک نہیں دیتے تھے کہ کہیں استاذِ محترم کو تکلیف نہ پہنچے، حضرت ابوعبید قاسم بن سلّام رحمۃ اللہ علیہ ایک جلیل القدر محدّث ہیں، وہ فرماتے ہیں:

مَا دَقَقْتُ عَلٰى مُحَدِّثٍ بَابَهٗ قَطُّ

میں نے اپنی زندگی میں کسی بھی محدّث کے گھر جا کر اس کے دروازے کو نہیں کھٹکھٹایا۔

اس دور میں ہمارے زمانے کی طرح مدارس کا رواج نہیں تھا، طلبہ کو مسجد مسجد اور گھر گھر جا کر علم حاصل کرنا پڑتا تھا، تو ابوعبید رحمۃ اللہ علیہ جب استاذ کے گھر پہنچتے تھے تو دروازے کو کھٹکھٹاتے نہیں تھے، گھر کے باہر بیٹھے رہتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں دروازہ کھٹکھٹانے سے استاذ کو تکلیف نہ پہنچے، ہوسکتا ہے وہ کسی کام میں مشغول ہوں یا آرام کر رہے ہوں اور دروازہ کھٹکھٹانے کی وجہ سے ان کو خلل ہو، آپ فرماتے ہیں کہ زندگی میں کبھی بھی میں نے کسی محدّث کے دروازے کو نہیں کھٹکھٹایا، بلکہ ہمیشہ انتظار کیا کہ وہ خود باہر تشریف لے آئیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شانہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرماتے ہیں:

---

[1] البداية والنهاية: ۸/۲۴

﴿وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ (الحجرات:۵)

(صحابہ رضی اللہ عنہم جب آپ سے ملاقات کے لئے یا کسی اور ضرورت کے لئے آتے ہیں تو) اگر یہ حضرات (دروازہ نہ کھٹکھٹاتے اور) آپ کے (گھر سے) ان کی طرف نکلنے تک صبر کر لیتے تو ان کے لئے بہتر ہوتا۔[۱]

حضرت ابو عبید رحمۃ اللہ علیہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جس ادب کا حکم ہوا ہے ہمیں بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارثوں کے ساتھ وہی ادب اختیار کرنا چاہئے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اور استاذ کا ادب

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کا بھی یہی معاملہ تھا، آپ استاذ کے گھر جا کر دروازے پر بیٹھ جاتے تھے اور ان کے نکلنے کا انتظار کرتے تھے، گرمی ہے، لُو چل رہی ہے، ہوا چل رہی ہے، ریت اُڑ رہی ہے، غبار اُڑ رہا ہے، مگر آپ بیٹھے ہوئے ہیں، کب تک؟ جب تک استاذ خود گھر سے باہر نہ نکلتے، جب وہ صحابی نکلتے اور دیکھتے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی بیٹھے ہوئے ہیں تو کہتے کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی! آپ یہاں کیوں تشریف لائے؟ آپ پیغام بھیج دیتے، میں خود حاضر ہو جاتا۔ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے کہ نہیں، میں طالبِ علم ہوں اس لئے زیادہ حق میرے ذمّے ہے کہ آپ کی خدمت میں حاضری دوں۔[۲]
اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے ادب کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

جدید تعلیم یافتہ حضرات سے میری درخواست

ہمیں بھی ادب اختیار کرنے کی ضرورت ہے، ادب کو ہرگز معمولی نہیں سمجھنا چاہئے، میرے جو جدید تعلیم یافتہ دوست بیٹھے ہوئے ہیں جو یونیورسٹی کے گریجویٹ ہیں، جن کو

---

[۱] تدریب الراوي: ۵۵۱/۴

[۲] المستدرك للحاكم، ح(۳۶۳)

مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا ہے، ان سے بھی میری درخواست ہے کہ ادب کو معمولی مت سمجھو، اپنی زندگیوں کو آداب سے آراستہ کرو، ماں باپ، اساتذہ اور بڑوں کا ادب کرو۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حدیث کا ادب

معن بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث بیان کرنے کا ارادہ کرتے تو غسل فرماتے، بخور استعمال کرتے، اس سے اپنے کپڑوں کو خوشبودار کرتے اور بدن اور کپڑوں پر عطر لگاتے، اگر دورانِ درس کسی کی آواز بلند ہوتی تو فرماتے:

أُغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ

اپنی آواز کو پست کیجئے۔

فَمَنْ رَفَعَ صَوْتَهٗ عِنْدَ حَدِيْثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَأَنَّمَا رَفَعَ صَوْتَهٗ فَوْقَ صَوْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پس جو شخص اپنی آواز نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پر بلند کرتا ہے گویا اس نے اپنی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر بلند کی۔[1]

مطلب یہ ہے کہ جو حدیثیں پڑھی جا رہی ہیں ان پر تمہاری آواز بلند نہیں ہونی چاہیے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾

(الحجرات:۲)

اے ایمان والو! نبی کی آواز پر تم اپنی آواز کو بلند مت کرو۔

---

[1] المنتظم في تاريخ الأمم والملوك: ۹/۴۳

جس طرح حیاتِ نبوی میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرنا بے ادبی ہے اسی طرح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں کو پڑھا جا رہا ہو اُس وقت آواز کو بلند کرنا خلافِ ادب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ کا ادب

میرے بھائیو! ادب کی بڑی اہمیت ہے، جب ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ کر اجازت طلب کرتے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ خدمت کرنے والوں سے فرماتے کہ میرے لئے خوشبو لے آؤ تاکہ میں اپنے ہاتھ پر لگاؤں اس لئے کہ ثابت ملاقات کے وقت میرے ہاتھ کو چومے بغیر راضی نہیں ہوں گے، وہ کہیں گے کہ اس ہاتھ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کو مَس کیا ہے۔[1] یعنی ثابت کی یہ چاہت رہتی ہے کہ جس ہاتھ کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کو مَس کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے اس کو چوما جائے، یہ حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کا ادب تھا، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ادب یہ تھا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلے میں اس درجے کا ادب رکھنے والا شخص جب میرے ہاتھ کو چومنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ہاتھ کو خوشبو سے معطّر کرنا چاہئے، میرے بھائیو! یہ ہماری کم نصیبی ہے کہ ہم نے ادب کو معمولی درجہ دے دیا اور ہم بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ ادب کی کیا ضرورت ہے؟

احادیثِ شریفہ کا احترام

ابو معاویہ رحمۃ اللہ علیہ ایک محدّث گزرے ہیں، وہ نابینا تھے، خلیفہ ہارون رشید کے پاس ان کا آنا جانا رہتا تھا، وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ہارون رشید کے دربار میں تھا کہ کھانا پیش کیا گیا، کھانے سے فارغ ہونے پر میں اپنے ہاتھ دھونے کے لئے اُٹھا، خلیفہ ہارون رشید نے کہا کہ ابو معاویہ! کیا تمہیں پتا بھی ہے کہ تمہارے ہاتھ کون دُھلا رہا ہے؟ میں نے

---

[1] البداية والنهاية: ۱۰/۴۹۹

کہا کہ نہیں۔ ہارون رشید نے کہا کہ آپ کا سینۂ علمِ نبوّت سے معمور ہے اس لئے اس کے احترام میں میں خود آپ کے ہاتھ دُھلا رہا ہوں۔[۱] اللہ اکبر! صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں اور ان کے بعد والوں کے دلوں میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات کا بھی اعلیٰ درجے کا احترام تھا اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلنے والے الفاظ کا بھی اعلیٰ درجے کا احترام تھا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ادب

حضرت عروہ بن مسعود الثقفی رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش کے نمائندے کی حیثیت سے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ میں پہنچے، ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، جب واپس ہوئے تو انہوں نے قریش سے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی قسم! میں بڑے بڑے بادشاہوں کے پاس سفیر بن کر گیا ہوں، قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں گیا ہوں، میں نے ہر جگہ تعظیم دیکھی ہے، لیکن اللہ کی قسم! میں نے اصحابِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی جتنی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا اتنی تعظیم کرتے ہوئے میں نے کسی بھی بادشاہ کے اصحاب کو نہیں دیکھا۔ اس کے بعد اس ادب اور تعظیم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کی قسم! جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو تھوکنے کی ضرورت پیش آتی ہے تو ان کے لعاب کو زمین پر گرنے نہیں دیتے، ہتھیلیوں کو سامنے کر دیتے ہیں اور لعاب کو اپنے بدن اور چہروں پر مل لیتے ہیں، محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) جب انہیں کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو ان کی چاہت کو پورا کرنے کے لئے ان کے اصحاب ٹوٹ پڑتے ہیں، جب وہ وضوء کرتے ہیں تو ان کے بدن سے گرنے والے پانی کو حاصل کرنے کے لئے اس طرح لپکتے ہیں کہ دیکھنے والے کو ایسا لگتا ہے کہ یہ ابھی لڑ پڑیں گے، جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) گفتگو کرتے ہیں تو صحابہ اپنی آواز کو پست

---

[۱] البداية والنهاية: ۱۰/۴۹۹

کر لیتے ہیں، اور ادب اور تعظیم کی وجہ سے ٹکٹکی باندھ کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو نہیں دیکھتے۔[1]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ادب کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں اس طرح بے حس و حرکت بیٹھتے تھے کہ ایسا لگتا تھا:

كَأَنَّمَا عَلَى رُؤُوْسِهِمُ الطَّيْرُ[2]

گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں۔

پرندے کسی ایسی چیز پر ہی بیٹھتے ہیں جو بے حس و حرکت ہو، صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ادب و تعظیم کی وجہ سے پورے سکون و وقار کے ساتھ بے حس و حرکت ہو کر بیٹھا کرتے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اعلیٰ درجے کا ادب

حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ہیں، عمر میں زیادہ تفاوت نہیں تھا، آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین سال بڑے تھے، ایک شخص نے ایک مرتبہ ان سے یہ معلوم کرنا چاہا کہ عمر کے لحاظ سے وہ بڑے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ اس نے پوچھا:

أَيُّكُمَا أَكْبَرُ أَنْتَ أَمِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟

عمر میں کون بڑا ہے؟ آپ یا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟

جواب میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هُوَ أَكْبَرُ مِنِّيْ وَأَنَا وُلِدْتُّ قَبْلَهُ[3]

بڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، البتہ میری پیدائش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہوئی ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الشروط، باب الشروط في الجهاد، ح(۲۷۳۱)

[2] مسند أحمد، ح(۱۸۴۵۴)

[3] المستدرك للحاكم، ح(۵۳۹۸)

عربی جاننے والے سمجھتے ہیں کہ جواب میں اگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے کہ میں بڑا ہوں، تب بھی کوئی حرج نہیں تھا، لیکن ادب اس قدر تھا کہ فرمایا کہ بڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، البتہ میری عمر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر سے کچھ زیادہ ہے۔

حضرت قباث بن اُشَیم رضی اللہ عنہ کا ادب

اسی طرح کا واقعہ ایک دوسرے صحابی حضرت قباث بن اُشَیم رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا، عبدالملک بن مروان نے ایک مرتبہ ان سے پوچھا کہ عمر میں آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْبَرُ مِنِّيْ وَأَنَا أَسَنُّ مِنْهُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی مجھ سے بڑے ہیں، میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صرف عمر میں بڑا ہوں۔[۱]

میرے بھائیو! سوچنے کی بات ہے کہ ہمارے ان بڑوں کی زندگیوں میں ادب کس قدر تھا! اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا ادب نصیب فرمائیں۔ (آمین)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ادب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ادب دیکھئے! اللہ تعالیٰ شانہٗ کا تعارف کراتے ہوئے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ۝ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ۝ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ﴾ (الشعراء: ۷۸-۸۰)

(اللہ ربّ العالمین) وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہ میری رہنمائی کرتا ہے، اور (اللہ) وہ ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے، اور جب

[۱] الإستیعاب: ۳/ ۳۶۳

میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتلایا کہ پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ ہیں، ہدایت دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں، کھلانے والے اللہ تعالیٰ ہیں، پلانے والے اللہ تعالیٰ ہیں اور شفا دینے والے اللہ تعالیٰ ہیں، مگر جب بیماری کی بات آئی تو یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بیمار کرنے والے ہیں، بلکہ یہ فرمایا کہ جب میں بیمار ہو جاتا ہوں، اب سوال یہ ہے کہ کیا بیماری دینے والے اللہ تعالیٰ نہیں ہیں؟ کیوں نہیں، بیماری دینے والے بھی اللہ تعالیٰ ہی ہیں، مگر چونکہ پیدا کرنا ایک اچھا کام ہے اس لئے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کیا، ہدایت دینا بھی اچھا کام ہے اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت دی، اسی طرح کھلانا، پلانا اور شفا دینا یہ سارے اچھے کام ہیں اس لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کھلایا، پلایا اور شفا دی، اور بیماری دینا بھی اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، لیکن چونکہ وہ بظاہر معیوب سمجھا جاتا ہے اس لئے اس عمل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ اپنی طرف منسوب کر کے فرمایا وَإِذَا مَرِضْتُ (جب میں بیمار ہو جاتا ہوں)، حالانکہ آپ خوب جانتے تھے کہ بیمار بھی اللہ تعالیٰ ہی کرتے ہیں، یہ آپ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب تھا۔[۱]

حضرت ایوب علیہ السلام کا ادب

حضرت ایوب علیہ السلام کی مناجات کو دیکھئے! آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کی:

﴿ رَبِّ أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ ﴾

اے میرے پروردگار! مجھے تکلیف پہنچی ہے۔

یہ نہیں کہا کہ آپ نے مجھے امتحان میں ڈالا ہے، آپ نے مجھے بیمار کیا ہے، نہیں، بلکہ عرض کیا:

---

[۱] مدارج السالکین: ۲۳۴۸/۳

﴿رَبِّ أَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ﴾ (الانبیاء:۸۳)

اے میرے پروردگار! مجھے تکلیف پہنچی ہے۔

یہ ایوب علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب تھا، پہلے ایوب علیہ السلام کی حالت بہت اچھی تھی، بہت سارے کھیت اور باغات تھے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش آئی، سب کچھ ویران ہوگیا، ہزاروں گھوڑے، ہزاروں اونٹ، ہزاروں بکریاں، سب برباد ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے خوبصورت اولاد دی تھیں، سب کا انتقال ہوگیا، آپ خالی ہاتھ ہوگئے اور خود بیماری میں مبتلا، ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے کیا مگر آپ نے یہ نہیں کہا کہ اے اللہ! آپ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے، بلکہ عرض کیا کہ اے میرے رب! مجھے تکلیف پہنچی ہے۔

آگے دوسرا ادب، چونکہ آپ کو یہ پتا نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی چاہت کیا ہے اس لئے یہ نہیں کہا کہ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ، اے اللہ! میرے اوپر رحم فرما، اَللّٰهُمَّ اشْفِنِيْ، اے اللہ! مجھے شفا دے، اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ، اے اللہ! مجھے عافیت نصیب فرما نہیں، بلکہ عرض کیا:

﴿رَبِّ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ (الانبیاء:۸۳)

اے میرے پروردگار! مجھے تکلیف پہنچی ہے اور آپ رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

بس اتنا عرض کر کے خاموش ہوگئے، یہ ادب تھا۔[1] اس صبر اور ادب کے بدلے اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوب نوازا، اللہ جلَّ جلالہٗ وعَمَّ نوالہٗ نے گواہی دی کہ میرا پیغمبر ایوب صابر ہے، عبدیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے اور میری طرف رجوع کرنے والا ہے، ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ط نِعْمَ الْعَبْدُ ط اِنَّهٗ اَوَّابٌ﴾ (ص:۴۴)

بیشک ہم نے ایوب کو صبر کرنے والا پایا، وہ بہت اچھا بندہ ہے، بیشک وہ

---

[1] مدارج السالکین: ۲۳۴۹/۳

رجوع کرنے والا (بندہ) ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادب

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ادب دیکھئے! آپ قیامت کے دن اپنی اُمّت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے:

﴿اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ﴾ (المآئدۃ:۱۱۸)

اگر آپ انہیں سزا دیں گے تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ انہیں معاف کردیں گے تو بیشک آپ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں۔

اے اللہ اگر آپ انہیں سزا دیں تو یہ آپ کا حق ہے اس لئے کہ آپ آقا ہیں اور یہ سب آپ کے بندے ہیں، اور مالک کو پورا حق ہے کہ بندوں کو ان کی نافرمانیوں پر سزا دے، لیکن اگر آپ انہیں معاف کردیں تو آپ اس پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ عرض نہیں کریں گے کہ لَا تُعَذِّبۡهُمۡ، ان کو سزا مت دیجئے نہیں، بلکہ ادب کی پوری رعایت کرتے ہوئے عرض کریں گے کہ اگر آپ انہیں بخش دیں تو آپ کو اس پر قدرت ہے اس لئے کہ آپ عزیز (زبردست) ہیں اور آپ کا یہ فیصلہ بھی حکمت پر مبنی ہوگا اس لئے کہ آپ حکیم (حکمت والے) بھی ہیں۔[۱]

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اور علم کی حرص

ہمارے اسلاف بالعموم حریص فی العلم تھے، ہمارے زمانے میں بھی ایسے علماء ہیں لیکن بہت کم، متقدّمین کے یہاں ایسے علماء کی کثرت تھی، وہ ایسے حریص تھے کہ اگر ان کو پتا چل

---

[۱] مدارج السالکین: ۳/ ۲۳۴۴

جاتا کہ فلاں جگہ کوئی بڑے عالم رہتے ہیں تو ان کے پاس جلد از جلد پہنچنے کی کوشش کرتے تاکہ علم حاصل کرسکیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان مقدّس ہستیوں میں سے ہیں جنہیں قرآن کا ایک بہت بڑا حصّہ براہِ راست اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملا ہے، لیکن علم کے اتنے حریص تھے کہ فرماتے ہیں کہ اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، قرآن کی ہر سورت کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ کہاں نازل ہوئی اور ہر آیت کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی، (لیکن اس کے باوجود) اگر مجھے کسی کے بارے میں معلوم ہوجاتا کہ وہ کتابُ اللہ کا مجھ سے بڑا عالم ہے اور اس تک پہنچنا ممکن ہے تو اس تک ضرور پہنچتا۔[1]

دو بزرگوں کی ملاقات نہ ہونے پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا افسوس

ان حضرات کا حال یہ تھا کہ اگر وہ اپنے زمانے کے کسی بڑے عالم تک کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں پہنچ پاتے تو وہ اس پر صدمے کا اظہار کرتے رہتے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے امام تھے، اس کے باوجود لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ ان دونوں کی ملاقات نہ ہونے پر مجھے جتنا افسوس ہے اتنا کسی اور کی ملاقات نہ ہونے پر افسوس نہیں ہے۔[2] وہ اس لئے تھا کہ یہ دونوں بڑے جلیل القدر علماء تھے اور ان کے دور میں رہتے ہوئے بھی آپ ان کے پاس جاکر ان سے استفادہ نہ کرسکے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور ادب کی اہمیت

عرض یہ کررہا تھا کہ ہمارے اسلاف کی رگ رگ میں علم کی حرص تھی، لیکن اس حرص کے باوجود حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے سامنے ایسے شخص کا ذکر کیا

---

[1] الآداب الشرعية لابن مفلح المقدسي: ۴/۲۰۷

[2] تاريخ الإسلام: ۴/۲۰۶

جائے جسے علم الاوّلین والآخرین یعنی اگلوں اور پچھلوں کا علم دیا گیا ہو (لیکن وہ ادب سے محروم رہا ہو) تو اس کی ملاقات نہ ہونے پر مجھے افسوس نہیں ہوگا، لیکن اگر مجھے ایسے شخص کے بارے میں اطّلاع ملے جس کے پاس ادب ہے (چاہے علم بہت اعلیٰ درجے کا نہ ہو) تو مجھے اس سے ملنے کی تمنّا بھی ہوگی اور اس سے ملاقات نہ ہونے پر افسوس بھی ہوگا۔[1]

ادب کی ضوء سے روشن زندگی ہے

ادب کی ضوء سے روشن زندگی ہے
ادب گُل ہے تو گلشن زندگی ہے

ضوء روشنی کو کہتے ہیں، شاعر کہہ رہا ہے کہ ادب کی روشنی سے ہماری زندگی روشن رہے گی، جتنا زیادہ ادب اتنی ہی زیادہ روشنی، اور ادب کو اگر گُل یعنی پھول قرار دیا جائے تو جس کی زندگی ادب سے آراستہ ہوگی وہ گلشن کے مانند ہوگی، زندگی میں آداب جتنے زیادہ ہوں گے زندگی کے گلشن میں اُتنے ہی زیادہ پھول کھلیں گے۔

حقیقی خوبصورتی

میرے بھائیو! اصل خوبصورتی علم وادب کی خوبصورتی ہے، ایک عربی شاعر نے کہا ہے:

لَیسَ الْجَمَالُ بِأَثْوَابٍ تُزَیِّنُنَا
بَلِ الْجَمَالُ جَمَالُ الْعِلْمِ وَالْأَدَبِ

کامل خوبصورتی ان کپڑوں سے حاصل نہیں ہوتی جو ہمیں آراستہ کرتے ہیں،
بلکہ اصل خوبصورتی علم وادب کی خوبصورتی ہے۔

لَیسَ الْیَتِیْمُ الَّذِيْ قَدْ مَاتَ وَالِدُهٗ
بَلِ الْیَتِیْمُ یَتِیْمُ الْعِلْمِ وَالْأَدَبِ

[1] صحیح البخاري، کتاب فضائل القرآن، باب القرّاء من أصحاب رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم، ح(۵۰۰۲)

اور حقیقی یتیم وہ بچّہ نہیں ہے جس کے والد کا انتقال ہوگیا ہے،
بلکہ حقیقی یتیم وہ ہے جو علم وادب سے محروم رہ گیا ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ادب اور منصبِ امامت

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بچپن کے دوست تھے مگر ادب اس قدر تھا کہ عقل حیران ! اللہ اکبر! سیرت آپ کے ادب کے واقعات سے بھری پڑی ہے، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک کام کی غرض سے قباء تشریف لے گئے، آنے میں تاخیر ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرما کر گئے تھے کہ اگر مجھے آنے میں تاخیر ہوجائے تو امامت کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہہ دیجیے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز شروع فرمادی، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب تشریف لائے تو صفوں سے گزرتے ہوئے پہلی صف میں پہنچ گئے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو جب احساس ہوا کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لا چکے ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے ہیں اور یہ ادب کے خلاف ہے تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اطّلاع کرنا چاہا، مگر ان کو یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ نماز کے دوران اطّلاع کیسے کی جائے، انہوں نے اپنے طور پر سوچا کہ اگر ہم ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مار کر آواز پیدا کریں تو نماز بھی نہیں ٹوٹے گی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو احساس بھی ہوجائے گا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تالیوں کی آواز سنی تو انہیں احساس ہوا کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لا چکے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً پیچھے ہٹنا چاہا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہو، اس کے باوجود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔

نماز سے فراغت پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلے تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بتلایا کہ اگر امام کو کسی چیز کی طرف متوجّہ کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو ''سبحان اللہ، سبحان اللہ'' کہنا چاہئے، اس

کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجّہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر! جب میں نے تمھیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہو، اس کے باوجود تم پیچھے کیوں ہٹ گئے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

مَا کَانَ یَنْبَغِيْ لِابْنِ أَبِيْ قُحَافَةَ أَنْ یُصَلِّيَ بَیْنَ یَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

ابوقحافہ کے بیٹے کی اتنی اوقات کہاں کہ وہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آگے کھڑا رہے اور نماز پڑھائے۔[1]

علّامہ ابنُ القیّم رحمۃ اللہ علیہ نے مدارجُ السالکین میں اس واقعے کو ذکر کر کے یہ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس ادب کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ جلَّ جلالُہ وعمَّ نوالُہ نے انہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انتقال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قائم مقام بنایا اور اُمّت کی امامت کا منصب عطا فرمایا۔[2]

میرے بھائیو! ادب کے نتیجے میں بہت کچھ ملتا ہے۔

با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب

ادب ہوگا تو نصیبہ کھلے گا اور بے ادبی ہوگی تو نصیبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

میرے بھائیو! ہمیں اللہ تعالیٰ کا بھی ادب کرنا ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بھی ادب کرنا ہے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے تعلّق رکھنے والی ہر چیز کا ادب کرنا ہے، اسی طرح ماں باپ کا، علماء کا، بڑوں کا، مسجد کا، غرض ہر محترم چیز کا ادب کرنا ہے، اللہ تعالیٰ شانُہٗ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

---

[1] صحيح البخاري، أبواب السهو، باب الإشارة في الصلاة، ح(۱۲۳۴)، سنن النسائي، كتاب الإمامة، باب استخلاف الإمام إذا غاب، ح(۸۰۵)

[2] مدارج السالكين: ۲۳۶۹/۳

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہشام بن عبد الملک بن مروان سے کعبہ میں ملاقات ہوئی، ہشام اس وقت خلیفہ یا گورنر تھا، اس نے عرض کیا کہ اگر کوئی ضرورت ہوتو بتلائیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے حیا آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں اس کو چھوڑ کر مخلوق سے کچھ مانگوں۔ اللہ اکبر! یہ ہے ادب میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کے گھر میں ادبِ الٰہی یہی ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کے سامنے اپنی حاجت نہ بیان کی جائے، اللہ تعالیٰ کا اس درجے کا ادب دل کا تزکیہ ہوجانے کے بعد نصیب ہوتا ہے، جب دل گندگیوں سے پاک ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی محبت، معرفت اور عظمت کا مرکز بنے گا تب ہمارا ذہن بھی ایسی چیزوں کی طرف متوجّہ ہوگا، اس قصّے کا یہی حصّہ مقصود تھا لیکن آگے والا حصّہ بھی فائدے سے بھرپور ہے اس لئے اسے بھی عرض کردوں، یہ بات سن کر ہشام خاموش ہوگیا، تھوڑی دیر کے بعد جب حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کعبہ سے نکل گئے تو ہشام بھی آپ کے پیچھے پیچھے نکلا اور باہر نکل کر کہا کہ اب تو آپ کعبہ سے باہر آگئے ہیں، اب اپنی ضرورت بتلائیں۔ حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! دنیا تو میں نے آج تک اس کے خالق و مالک سے بھی نہیں مانگی ہے تو اس سے کیسے مانگوں جو اس کا مالک بھی نہیں ہے؟[1]

میرے بھائیو! یہ وہ لوگ ہیں جن کے واقعات سے تیرہ سو (۱۳۰۰) چودہ سو (۱۴۰۰) سال بعد بھی ہمارے ایمان کو تازگی ملتی ہے، اور یہ واقعات ہمارے لئے صراطِ مستقیم پر چلنے میں معین و مددگار رہیں، اگر اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کے واقعات اور ارشادات ہمارے لئے سہارا نہ ہوتے تو شاید ہم پھسل چکے ہوتے۔

---

[1] تاريخ الإسلام: ۵/۵۱

علماء اور حفّاظ کا ادب

میرے بھائیو! ہمیں اپنی زندگی میں ادب لانے کی ضرورت ہے؛ اللہ تعالیٰ کا ادب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ادب، حدیثوں کا ادب، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس علم کو لے کر آئے اس کا ادب، عزیزو! ہم ایک حافظِ قرآن کا اسی لئے ادب کرتے ہیں کہ اس کے سینے میں اللہ تعالیٰ کا قرآن ہے، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، ہم علماء کا بھی اسی لئے ادب کرتے ہیں کہ ان کے سینوں میں بھی اللہ تعالیٰ کا کلام اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے، ایک ورق جس پر سورۂ فاتحہ لکھی ہوئی ہو، اگر وہ گندا ہو جائے تو کیا وہ قابلِ احترام نہیں رہتا؟ کیوں نہیں؟ وہ اس حالت میں بھی قابلِ احترام رہتا ہے اس لئے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا کلام لکھا ہوا ہے، ٹھیک اسی طرح اگر کسی عالم کو بدعملی میں مبتلا دیکھو تب بھی اس کے علم کی وجہ سے اس کا احترام کرو، اس کی بُرائی کر کے ہمیں اپنی زبانیں گندی نہیں کرنی چاہیئے، ان شاء اللہ ایسا کرو گے تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت کچھ ملے گا، گھر میں علم آئے گا، آپ کی اولاد بلکہ نسلوں میں حفّاظ، علماء اور اولیاء پیدا ہوں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق نصیب کریں۔ (آمین)

حرمین شریفین کا ادب

آج کل لوگ حرمین شریفین کا بھی جیسا ادب کرنا چاہیئے نہیں کرتے، وہاں گناہ تک میں مبتلا ہوتے ہیں، بدنظری کرتے ہیں، حرم شریف اور مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر غیبت کرتے ہیں، سیاست کی باتیں کرتے ہیں، دنیا کی باتیں کرتے ہیں، دوستوں سے ملنے جلنے میں اوقات گزارتے ہیں، سوال یہ ہے کہ ہم حرمین شریفین اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر جاتے ہیں یا دوستوں سے ملنے کے لئے؟ اپنی پوری توجّہ اللہ تعالیٰ کی طرف اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف رکھنی چاہیئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ لینے کے بجائے دینے پڑ جائیں، مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی دونوں میں موبائل کا استعمال بالکل نہیں ہونا چاہیئے، جب موبائل کا زمانہ نہیں تھا

تب اس کے بغیر کام چلتا تھا کہ نہیں؟ آج بھی چلے گا۔

میں الحمد للہ حرم شریف میں اور مسجدِ نبوی میں فون کا استعمال نہیں کرتا، کبھی کبھار کوئی فوری ضرورت پیش آجاتی ہے تو میں مولانا احمد صاحب سے کہتا ہوں اوران کی عادت یہ ہے کہ کبھی بھی حرم شریف یا مسجدِ نبوی کے اندر سے فون نہیں کرتے، آپ جانتے ہیں کہ حرم شریف بہت بڑا ہے، اس کے باوجود یہ حرم شریف سے باہر جا کر فون کرتے ہیں، ہمارے ایک عزیز ہیں جو ریاض میں رہتے ہیں، انہوں نے مجھ سے کہا کہ جب سے حرمین شریفین میں موبائل سے پرہیز کرنے کے بارے میں بات سنی ہے، اُس وقت سے میں نے یہ اصول بنالیا ہے کہ اپنا موبائل ہوٹل پر ہی چھوڑ جاتا ہوں، اپنے ساتھ لے ہی نہیں جاتا۔ اس کے باوجود ان کا کام چل رہا ہے، اور وہ کہتے ہیں کہ اس کے بہت فائدے دیکھے۔ شیطان ہمیں طرح طرح کے بہانے سکھلاتا ہے اور خیر و برکت سے محروم کرتا ہے، موبائل میں مشغولی کی وجہ سے ہماری توجّہ اللہ تعالیٰ سے ہٹ جاتی ہے، اللہ کے نبی صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ہٹ جاتی ہے، ہماری خود کی توجّہ بھی ہٹتی ہے اور دوسروں کی توجّہ ہٹنے کا بھی ہم سبب بنتے ہیں۔

روضۂ مبارکہ کا ادب

ہمارا اہلِ سنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے نبی صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔[۱] جو شخص آپ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی قبر مبارک کے سامنے کھڑے ہو کر سلام پیش کرتا ہے، آپ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم اس کا سلام سنتے ہیں اور اس کا جواب دیتے ہیں۔[۲] اسی لئے اہلِ سنّت والجماعت کے علماء فرماتے ہیں کہ نبی صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانے میں آپ کی جس طرح تکریم اور تعظیم ضروری تھی، آپ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی وفات کے بعد بھی اتنی ہی تعظیم اور اتنی ہی تکریم ضروری ہے۔[۳] ہم

---

[۱] المهنّد على المفنّد، ص:۴۸

[۲] سنن أبي داؤد، كتاب المناسك، باب زيارة القبور، ح(۲۰۴۲)، شعب الإيمان، باب تعظيم النبي وإجلاله، ح(۱۴۸۱)

[۳] الشفا، ص:۵۱۹

لوگ یوں ہی ایک طرف سے دوسری طرف اَلصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ پڑھتے ہوئے گزر جاتے ہیں، ہمیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ ہم اللہ کے سب سے زیادہ محبوب نبی، سیّدُ الانبیاء والمرسلین محمدٌ رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ سے گزر رہے ہیں، اس دربار میں حاضری دینے والے کو تو سراپا ادب بن جانا چاہیئے۔

اس بارگاہ میں حاضری دینے والے کی سب سے بڑی عبادت ہی ادب ہے، دل محبت اور عظمت سے سرشار ہو، نگاہیں نیچی رہیں، پورا جسم سراپا ادب ہو، اِدھر اُدھر توجّہ نہ ہو، کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا نہ ہو، آواز بلند نہ ہو، یہ اس دربار عالی کے تقاضے ہیں، لیکن حیرت ہوتی ہے کہ ایسی مقدّس جگہ پر بھی لوگ بے ادبی سے پیش آتے ہیں، عورتیں کس طرح دوڑتی ہوئیں، چیختی چلّاتی ہوئیں روضۂ اقدس کی طرف جاتی ہیں؟ مرد حضرات بھی ریاض الجنّۃ میں جگہ پانے کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے؟

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا وفاتِ نبوی کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ادب واحترام

حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اعلیٰ درجے کی عظمت تھی اس لئے وہ وفاتِ نبوی کے بعد بھی ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب اپنے حجرے میں ہوتی تھیں اور اڑوس پڑوس کے کسی گھر سے میخ کے ٹھوکے جانے کی آواز آتی تھی تو پیغام بھیجتی تھیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تکلیف مت پہنچاؤ۔[1] حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ نے ایک مرتبہ ایک بڑھئی کو اپنے مکان کے دروازے کو بنانے کے لئے بلایا تو اسے مسجدِ نبوی سے دور جا کر اس کام کو انجام دینے کے لئے فرمایا تاکہ ٹھوک ٹھاک کی آواز اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک نہ پہنچے۔[2] یہ تھا ادب اور احترام۔

---

[1] وفاء الوفاء: ۵۷۹/۴

[2] وفاء الوفاء: ۵۷۹/۴

صلوٰۃ وسلام اور ادب

ہمیں بھی صلوٰۃ وسلام کے لئے ادب کے ساتھ جانا چاہئے، نگاہیں نیچی ہوں، زبان پر استغفار ہو، یہ استحضار رہو کہ میں گندا ہوں اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دینے جا رہا ہوں، استغفار کرتے کرتے جاؤں تا کہ میرے گناہ معاف ہو جائیں، ساتھ ساتھ درود شریف بھی پڑھتا رہے تا کہ بارگاہِ عالی میں پہنچنے سے پہلے ہی صلوٰۃ وسلام کا تحفہ پہنچنا شروع ہو جائے اور آپ کی نظرِ کرم پوری توجّہ کے ساتھ نصیب ہو، دل میں امید اور خوف دونوں ہوں اور نگاہیں نیچی رکھ کر محبت وعظمت اور کمالِ ادب کے ساتھ بارگاہِ نبوی میں عرض کرے اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اَلصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، اس کے بعد فارغ ہو کر پورے ادب کے ساتھ وہاں سے رخصت ہو، اللہ تعالیٰ شانُہٗ مجھے آپ کو عمل کی بہت زیادہ توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

دُکھ کی بات

یہ دُکھ کی بات ہے کہ ادب سے اُمّت بہت دور ہوتی چلی جا رہی ہے، جب ادب زندگی سے نکلتا ہے تو پھر سنّت نکلتی ہے، اس کے بعد واجب اور پھر فرض نکلتا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اُمّت کے بہت بڑے طبقے میں سے آہستہ آہستہ یہ چیزیں نکل گئی ہیں، اسی وجہ سے مسلمانوں پر مصیبتیں بڑھتی چلی جا رہی ہیں، یہاں ہمارا جمع ہونے کا مقصد یہی ہے کہ ہماری زندگیوں میں فرائض اور واجبات آجائیں، اور فرائض و واجبات کو لانے کے لئے سنتوں کو لانا پڑے گا اور سنتوں کو لانے کے لئے مستحبات اور آداب کو لانا پڑے گا، اللہ تعالیٰ شانُہٗ مجھے آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

باادب اور بے ادب میں فرق

ادب ہی سے انسان انسان ہے
ادب جو نہ سیکھے وہ حیوان ہے

کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ باادب اور بے ادب میں کیا فرق ہے؟ اس نے کہا کہ اتنا ہی فرق ہے جتنا حیوانِ ناطِق اور حیوانِ غیر ناطِق میں۔[۱] یعنی جتنا انسان میں اور جانور میں فرق ہے اتنا ہی باادب اور بے ادب میں فرق ہے، حضراتِ انبیاء علیہم السلام، حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف کی زندگیاں ادب سے بھرپور تھیں، ہمیں بھی باادب بننے کا عزم کرکے ان کے نقشِ قدم پر چلنا چاہئے تاکہ ہمیں بھی دونوں جہان میں سرخروئی نصیب ہو، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور ہماری زندگیوں کو آداب سے آراستہ فرمائیں۔(آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

---

[۱] المستطرف من کلّ فنّ مستظرف، ص:۳۰

ادب کے سلسلے میں ارشادات

امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب جون پوری رحمۃ اللہ علیہ

(ماخوذ از ملفوظات مع مختصر سوانح، مؤلّفہ مفتی محمد جابر بن عمر صاحب پالن پوری زید مجدہم)

بغیر آداب کے.....

بغیر آداب کے کوئی چیز نہیں آتی۔(ص۱۲۶)

صوفیہ کا مقولہ

صوفیہ کا مقولہ ہے: مَا حُرِمَ مَنْ حُرِمَ إِلَّا بِإِضَاعَةِ الْأَدَبِ، محروم وہی بندہ ہوتا ہے جو بے ادبی کرتا ہے۔(ص۳۰۹)

بے ادبی کا نقصان

فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معصیت کا نقصان بعض مرتبہ کم ہوتا ہے اور بے ادبی کا نقصان زیادہ ہوتا ہے۔(ص۲۹۸)

بے ادب کے لئے خطرہ

مجھے تو خطرہ ہے کہ جنہوں نے بے ادبیاں کی ہیں اور غیر حاضریاں کی ہیں وہ بچیں گے نہیں، خواہ ایک لاکھ بزرگ مل کر دعا کریں، وہ بچیں گے نہیں۔(ص۳۲۳)

بے ادبی کی وجہ سے ایک عالم کے مرتد ہونے کا واقعہ

ایک واقعہ سناتا ہوں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے، ایک عالم جو خود کو سید کہتے

تھے مرتد ہو گئے، میں نے مولانا صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ یہ کیا ہوا؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک منٹ کے لئے توقّف کیا اور فرمایا کہ کوئی بے ادبی کر لی تھی۔ میں نے پھر پوچھا، پھر فرمایا کہ کوئی بے ادبی کر لی تھی۔ بچو! بے ادبی بڑی خطرناک چیز ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں گناہ تو معاف ہو سکتے ہیں، گستاخی نہیں، شیطان بے ادب تھا تو نکال دیا گیا، حضرت آدم علیہ السلام خاطی ہوئے لیکن روئے تو قبول کر دئے گئے۔ (ص ۳۰۵)

بے ادبی محرومی کا سبب

ایک طالبِ علم دورانِ درس ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا، اس پر فرمایا کہ حیرت ہے بھئی! شرم آتی ہے کہنے سے، دیکھو بچو! حدیث شریف کا ادب کرو ورنہ تم ایسے افسوس کرو گے کہ اسے کوئی علاج دور نہیں کرے گا، بے ادبی آدمی کو محروم کر دیتی ہے، توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتی، گناہ تو معاف ہو جائیں گے، محرومی کیا ہے؟ آدمی برکات میں سے حصّہ نہیں پاتا..... (ص ۱۳۴)

بے ادبی سے آدمی محروم ہو جاتا ہے

کتنے ہی اونچے خاندان والا کیوں نہ ہو، وہ بے ادبی سے محروم ہو جاتا ہے، ایک طالبِ علم بڑے ذہین اور بڑے حسین تھے، اونچے خاندان والے تھے، ایک مرتبہ میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ (مولانا ضیاء الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کا کھانا لے کر آ رہا تھا، میرے ہاتھ میں لوٹا بھی تھا، انہوں نے میرے ہاتھ سے لوٹا چھین لیا اور کہا کہ مجھے استنجا کے لئے جانا ہے، وہ لوٹا لے کر چلے گئے، میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا تو مولانا نے کہا کہ ہاتھ دُھلاؤ۔ میں نے کہا کہ فلاں نے لوٹا لے لیا ہے۔ فرمایا کہ اگر ہوتا تو میں ہاتھ دھو لیتا۔ پھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے زکریا نامی ایک طالبِ علم سے فرمایا کہ ہمارے لئے ایک لوٹا لے آؤ۔ وہ ساڑھے گیارہ روپئے کا لوٹا لائے، بچو! لوٹا چھیننے والے صاحب بیمار ہوئے تو سب ڈاکٹروں نے کہا کہ اگر صحت

مقصود ہے تو ان کی پڑھائی چھڑاؤ۔ بچو! وہ پڑھ نہیں پائے......۔(ص ۱۵۵)

طلبہ کو ادب کے بارے میں تنبیہ

ایک طالبِ علم تاخیر سے دار الحدیث میں داخل ہوئے اور دروازہ اس طرح بند کیا کہ جس سے آواز آئی، اس وقت حضرت نے فرمایا کہ آپ لوگوں میں تہذیب نہیں، کھٹ کھٹ کرتے ہو، شرم نہیں آتی؟ (حضرت نے ڈانٹا تو وہ طالبِ علم ہنسنے لگا)، فرمایا کہ جو بے ادبی کر کے ہنستا ہے اس میں کبر ہوتا ہے، اس کو کچھ نہیں آتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ خالی ہوتا ہے، کبھی ہم نے اساتذہ کی موجودگی میں دروازہ اس طرح بند نہیں کیا کہ کھٹ کی آواز آئے، صرف ایک دوبار، اس میں بھی چونک گیا، بچو! کتاب کا ادب کرو، استاذ کا ادب کرو.....جس میں ادب نہیں اس میں کچھ نہیں۔(ص ۱۴۱)

ادب میں محبوبیت ہے

بچو! ادب سیکھو! ادب نام ہے سلیقہ مندی کا، دیکھو! اگر تم میں ادب اور علم ہے تو تمہیں سب چاہیں گے، سب پسند کریں گے، اگر چہ تم میں دوسرا کچھ نہ بھی ہو، اور اگر تم میں ادب نہیں، علم نہیں تو تمہیں کوئی پسند نہیں کرے گا، کوئی نہیں چاہے گا، اگر چہ سب کچھ تم میں موجود ہو۔(ص ۴۶۹)

بڑوں کا ادب

بچو! میں تمہیں ادب سکھاتا ہوں کہ کبھی بھی بڑوں کے سامنے بے ضرورت نہ بولو اور غیر مستند بات بھی مت کہو۔(ص ۱۲۳)

بڑوں کے سامنے چھوٹوں کو نہیں چلنا چاہئے، آج کل کے طلبہ کیسے؟ کوئی ادب نہیں، لکھنؤ کے مولانا اصغر صاحب تھے، وہ مجھ سے کہتے تھے کہ میں کبھی استاذ کے آگے نہیں چلا، اس کا

ثمرہ یہ ہوا کہ میں چلتا ہوں تو طلبہ سر جھکا دیتے ہیں۔ آپ میں کتنا ادب ہے؟ آپ سوچئے، اپنے اخلاق درست کرو، آدمی بنو، بچو! ادب سیکھا جاتا ہے، بغیر سیکھے کچھ نہیں آتا، میں چھوٹا تھا، کبھی استاذ کے برابر نہیں بیٹھتا تھا، میرے دل میں آجاتا تھا کہ استاذ کے برابر میں نہیں بیٹھنا چاہئے۔ (ص ۱۴۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس کا ادب

دیکھو بچو! ادب سیکھو، اگر ادب نہیں تو تمہیں کچھ نہیں ملے گا، حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں اس طرح بیٹھتے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔ (ص ۱۴۰)

والدِ محترم کا ادب اور احترام

ہمارے والدین ہمیں ادب سکھاتے تھے، ہم والد صاحب کے بستر پر پاؤں نہیں رکھتے تھے، بچو! ادب سیکھا جاتا ہے، ابھی نہیں سیکھو گے تو کب سیکھو گے؟ (ص ۱۱۷)

میری طبیعت ہے کہ باہر لوگوں کے سامنے کھایا نہیں جاتا، لیکن میرے والد صاحب چونکہ گھر کے باہر برآمدہ میں کھانا کھاتے تھے اس لئے ان کی حیات میں احترامِ والد کی بناء پر میں بھی برآمدہ میں کھالیتا تھا۔ (ص ۴۳۷)

استاذ کا ادب

میں کہتا ہوں کہ استاذ کے آنے کے بعد شور نہ کرو، باتیں نہ کرو، جس میں ادب نہیں ہے اس کو کبھی علم نہیں آئے گا۔ (ص ۱۳۳)

علم کا ادب کرو، استاذ کا ادب کرو، معقول باتیں پوچھو، معقول باتیں سیکھو۔ (ص ۳۱۲)

یہ علم بڑا غیور اور بڑا نازک مزاج ہے، یہ اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو اس کے مخزن

(استاذ) کا بھی لحاظ کرے، اس کے ساتھ ادب سے پیش آئے، اگر کوئی یہ چاہے کہ اپنے مخزن سے بے نیازی حاصل کرے تو ناممکن ہے، اور بے ادبی ہو تو پھر کامیابی قطعاً نہیں ہو سکتی، استاذوں کے ادب واحترام سے علم آتا ہے، اس میں برکت ہوتی ہے اور نافع علم آتا ہے، یہ میں اپنے لئے نہیں کہہ رہا ہوں، ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، جنہوں نے بے ادبی کی ان کا کیا انجام ہوا اور جو استاذوں کے ہوگئے وہ کس طرح علو مرتبی کو پہنچے۔
(ص ۴۲۳)

.....میں ایک مرتبہ سوار ہو کر آرہا تھا اور (مدرسے کے) ایک استاذ سوار ہو کر آرہے تھے، وہ میرے استاذ نہیں تھے، پھر بھی میرے دل نے گوارا نہیں کیا کہ ایک استاذ سوار ہو کر آرہے ہوں اور میں بھی سوار ہو کر آؤں، میں اتر گیا، وہ چلے گئے پھر میں سوار ہو گیا، تم میں ہے ایسا کوئی طالبِ علم؟ پہلے ایسا تھا کہ اساتذہ کو دیکھ کر طلبہ از راہِ اکرام ایک طرف ہو جاتے۔ (ص ۱۴۶)

میں نے کبھی آہستہ سلام نہیں کیا، میں نے کبھی آہستہ بات نہیں کی کہ استاذ کو دوسری مرتبہ پوچھنا پڑے، بچو! ادب سیکھا جاتا ہے، اب نہیں سیکھو گے تو کب سیکھو گے؟ (ص ۱۳۹)

چھوٹے استاذ کا بھی ادب کرو

ارے بھائی! اپنے چھوٹے استاذ کو چھوٹا مت سمجھو، ان کا ادب کرو۔ (ص ۱۳۹)

استاذ کی بے ادبی کا نقصان

استاذ کی بے ادبی زہر کھانا ہے، اگر توبہ کر لی تب بھی علم کی برکت نہیں آتی۔ (ص ۳۸۱)

(طالبِ علمی کا اپنا ایک قصّہ سنا کر اخیر میں فرمایا کہ) سن لو! جس نے بھی استاذ کی بے ادبی کی وہ کبھی نہیں پڑھ سکا۔ (ص ۱۴۵)

استاذ کے گھر والوں کا ادب

فرمایا کہ محدّثِ کبیر یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی حدیث کے بارے میں سوال کیا، وہ رُک گئے اور کہا کہ حدیث نہیں سناؤں گا جب تک کہ تم میرے استاذ کے صاحب زادے کی پیشانی کو نہ چوم لو۔ انہوں نے چوما پھر حدیث سنائی، اس لئے بچو! میں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے سارے گھر والوں کا بہت زیادہ ادب کرتا ہوں، ان کے بچوں کا، ان کے سارے ہی خاندان کا اس لئے کہ ان کا مجھ پر بہت احسان ہے۔ (ص ۵۲۳)

کتابوں کا ادب واحترام

ہمارے اکابر کتابوں کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ بخاری پر نسائی نہیں رکھتے تھے۔ (ص ۱۵۲)

بچو! کتاب کا ادب کرو، جو کتاب کا ادب نہیں کرتا اس کو علم نہیں آتا، اس کی اولاد میں علم نہیں آتا، میں نے اپنے بزرگوں کو کتاب کا ادب کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں صحاح ستہ رکھی ہوئی تھیں، ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ) بچو! یہاں صحاح ستہ رکھی ہوئی ہیں، سب سے اوپر بخاری شریف، پھر مسلم شریف، پھر درجہ بہ درجہ رکھتا ہوں۔ (ص ۱۲۸)

حضرت شیخ یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کتابوں کا بہت ادب واحترام کرتے تھے، حدیث کی کتابوں کو الاصح فالاصح کی ترتیب سے رکھتے تھے، یہاں تک کہ اگر کوئی صحیح مسلم کو صحیح البخاری پر رکھ دیتا تو ناراض ہوتے، ہر کتاب کو پنّی میں لپیٹ کر رکھتے، کوئی صفحہ مُڑ نہ جائے اس کا لحاظ رکھتے، صفحات کے مُڑنے کو سوئے ادبی گردانتے، چنانچہ ایک مرتبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے حجرے میں بخاری شریف کی قراءت کے دوران شیخ عمارہ تونسی حفظہ اللہ سے نسخہ صحیح البخاری کا پہلا صفحہ عجلت کی وجہ سے بلا قصد مُڑ گیا، اچانک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ پڑی تو

فرمایا کہ تجھے علم نہیں آئے گا۔ ایسے مواقع پر بعض مرتبہ فرماتے کہ تیرے علم میں برکت نہیں ہوگی۔(ص۴۹۱)

اگر کوئی طالبِ علم کتاب پر بایاں ہاتھ رکھتا تو اس پر تنبیہ فرماتے، اسی طرح کتاب پر ٹیک لگا کر بیٹھنے کو سوئے ادبی سمجھتے تھے۔(ص۴۹۱)

کتابوں پر لگی ہوئی گرد کے باب میں بارہا فرمایا کہ اگر کتاب پر گرد لگ جائے تو اس سے دامن نہیں بچانا چاہیے اس لئے کہ کتابوں پر لگی ہوئی گرد بھی کتاب کی طرح محترم و معظّم ہوتی ہے۔(ص۴۹۱)

ایک مرتبہ فرمایا کہ میں زمانۂ طالبِ علمی سے استاذ بننے تک اور وہاں سے لے کر شیخ الحدیث بننے تک اپنی کتاب خود اُٹھاتا تھا اس لئے کہ اس کے لانے اور لے جانے میں برکت ہے، لیکن اب معذور ہوگیا ہوں اس لئے میری کتاب طلبہ لاتے ہیں، ورنہ مجھے ایسی شان پسند نہیں ہے، مجھے وہی شان پسند ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسند ہے اور وہ ہے عبدیت اور تواضع۔(ص۴۹۱)

سبق میں کیسے بیٹھیں؟

طلبہ کو سبق میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بچو! چارزانو بیٹھنا کوئی عیب نہیں ہے، لیکن حدیث کے ادب کے خلاف ہے، طالبِ علم کو چارزانو نہ بیٹھنا چاہیے۔(ص۱۵۷)

قرآن کا ادب

قرآن کا ادب یہ ہے کہ بغیر عذر کے ٹیک لگا کر نہ پڑھے، اسی طرح بغیر عذر کے پیر پھیلا کر نہ پڑھے۔(ص۴۶۸)

حدیث کا ادب

ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ درس میں تشریف لائے تو مسند پر بیٹھتے ہی فرمایا کہ بچو! حدیث شریف کی قدر کرو، آج جو قدر کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے کام لے گا، بچو! رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اللہ تعالیٰ کی نسبت ہے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے لے کر کہتے ہیں، اس لئے بچو! ادب کرو، اکرام کرو، حدیث کا احترام سب سے زیادہ کرو، جب آدمی میں یہ سب چیزیں ہوں تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے۔ (ص ۱۵۳)

تحصیلِ حدیث میں ادب

بڑے بڑے لوگ محدّثین کے یہاں آتے تو ادب کے ساتھ آتے تھے، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کے گھر علم حاصل کرنے جاتے تو چادر بچھا کر دروازے پر سو جاتے۔ (ص ۱۳۱)

علم کے متعلق آداب

ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کوئی حدیث بے وضو نہیں پڑھاتے تھے۔

محدّثین تحدیث کے وقت عطر کا اہتمام کرتے تھے۔

بغیر آداب کے علم میں برکت نہیں ہوگی۔

حسنِ ادب سے علم آتا ہے۔

میں نے شیخ عبداللہ بن احمد ناخبی رحمۃ اللہ علیہ سے فون کے ذریعے اجازتِ حدیث لی تھی، پھر ملاقات کے لئے حاضر ہوا، جب میں ان سے ملا تو ان کی عمر ۱۱۵ سال کی تھی، میں جب پہنچا تو دیکھا کہ شیخ انتظار میں کھڑے ہیں، انہوں نے حدیث سنائی، میں نے بھی حدیث سنی، بعد میں پتا چلا کہ آدھے گھنٹے سے وہ باہر کھڑے تھے، یہ ہے حدیث شریف کا

احترام، حسنِ ادب سے علم آتا ہے۔ (ص ۳۴۹)

مدینہ یا مدینہ شریف؟

ایک دفعہ ایک نووارد شخص سے پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا کہ مدینہ سے۔ اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بدعتی لوگ تو اجمیر شریف کہتے ہیں اور تم مدینہ شریف کو مدینہ شریف نہیں کہتے؟ تعجب ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ کو مدینہ طیبہ فرماتے تھے، ایک مفتی صاحب مدینہ کو مدینہ منوّرہ کہتے ہیں، بالاتفاق مکّہ مکرّمہ کے بعد مدینہ منوّرہ افضل ہے......۔ (ص ۴۶۹)

مسجد میں عصا رکھنے میں ادب کا اہتمام

ایک مرتبہ یہ عاجز مسجدِ نبوی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا، حضرت کے ہاتھ میں عصا تھا، جب بیٹھ گئے تو میں نے عصا کے نیچے کا حصّہ (جو چلتے وقت زمین سے مس ہوتا ہے) قبلہ رُخ رکھا تو اس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سخت ڈانٹا، تو میں نے دستہ والا حصّہ (جو ہاتھ میں رہتا ہے) جانبِ قبلہ کر دیا تو فرمایا کہ اب تک تجھے لاٹھی رکھنا بھی نہیں آیا، اس کو عرضاً رکھ۔ (ص ۲۹۰)

ماٰخذومراجع

شمار	کتاب	مصنّف/مؤلّف	مکتبہ
۱	صحيح البخاري	الإمام البخاري	دار التأصيل،مصر
۲	صحيح مسلم	الإمام مسلم	دار التأصيل،مصر
۳	سنن أبي داود	الإمام أبو داود السجستاني	مؤسسة الريّان،بيروت
۴	سنن الترمذي	الإمام أبو عيسٰى الترمذي	دار التأصيل،مصر
۵	سنن النسائي	الإمام النسائي	دار التأصيل،مصر
۶	مسند أحمد	الإمام أحمد بن حنبل	مؤسسة الرسالة،بيروت
۷	المستدرك للحاكم	الإمام الحاكم	دار التأصيل،مصر
۸	شعب الإيمان	الإمام البيهقي	دار الكتب العلمية،بيروت
۹	تفسير الطبري	الإمام ابن جرير الطبري	مؤسسة الرسالة،بيروت
۱۰	حلية الأولياء	الإمام أبو نعيم الأصبهاني	دار الفكر،بيروت
۱۱	الشفا	القاضي عياض	جائزة دبي الدولية للقرآن الكريم،دبي
۱۲	فتح المغيث	الحافظ السخاوي	دار المنهاج،رياض
۱۳	تدريب الراوي	الإمام السيوطي	دار المنهاج،رياض
۱۴	سير أعلام النبلاء	الإمام الذهبي	مؤسسة الرسالة،بيروت
۱۵	الإستيعاب	الإمام ابن عبد البر	دار الكتب العلمية،بيروت
۱۶	تاريخ الإسلام	الإمام الذهبي	دار الغرب الإسلامي،تونس
۱۷	المنتظم	الإمام ابن الجوزي	دار الكتب العلمية،بيروت
۱۸	وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفٰى	العلّامة نور الدين السمهودي	دار الكتب العلمية،بيروت
۱۹	مدارج السالكين	الإمام ابن القيّم الجوزية	دار الصميعي،رياض

٢٠	الآداب الشرعية	العلّامة ابن مفلح المقدسي	مؤسسة الرسالة، بيروت
٢١	كشف المحجوب	الشيخ أبو الحسن الهجويري	المجلس الأعلى للثقافة، القاهرة
٢٢	جلاء الخواطر	الشيخ عبد القادر الجيلاني	دار الكتب العلمية، بيروت
٢٣	المهنّد على المفنّد	الشيخ خليل أحمد السهارنفوري	دار الفتح، عمّان
٢٤	المستطرف في كلّ فنّ المستظرف	شهاب الدين أحمد بن محمد الابشيهي	دار الكتب العلمية، بيروت
٢٥	اشرف السوانح	حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب	ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان
٢٦	تذکرۃ الشیخین	حافظ محمد اسحٰق ملتانی	ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان
٢٧	خطباتِ حکیم الاسلام	حضرت مولانا قاری محمد طیّب	بیت السلام، کراچی
٢٨	اغلاط الخواص والعوام	سیّد محمود حسن	کتب خانہ مظہری، کراچی

ادب پر دین کا مدار ہے

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیّب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دین کی بنیاد ادب وتأدّب پر ہے، عظمتِ شریعت کا ادب، اولیاء اللہ اور علماءِ ربّانی کا ادب، کتاب اللہ کا ادب، مدارسِ دینی اور خانقاہوں کا ادب، ان سارے ادبوں پر دین کا مدار ہے، بے ادبی اور گستاخی میں آدمی کا دین نہیں بنتا۔

(خطباتِ حکیم الاسلام: ۱۴۸/۳)

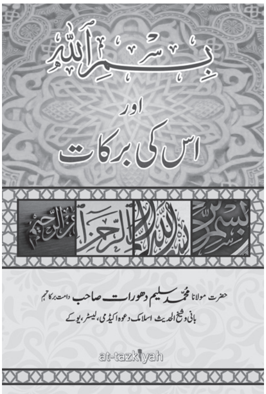

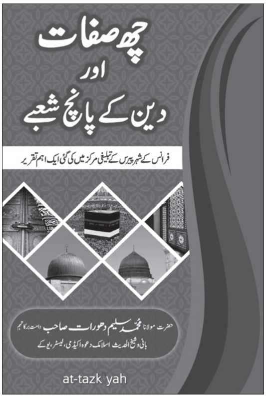

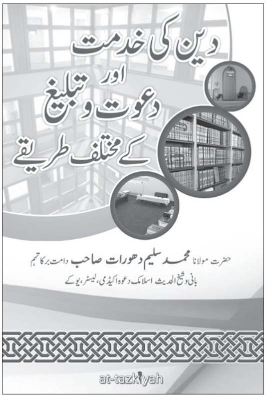

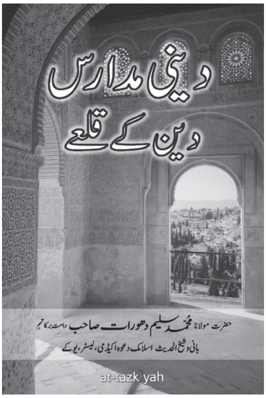

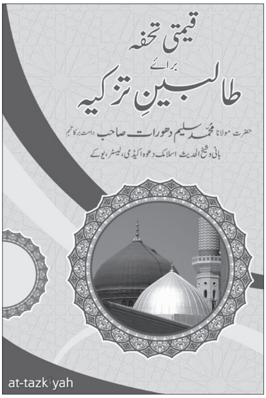

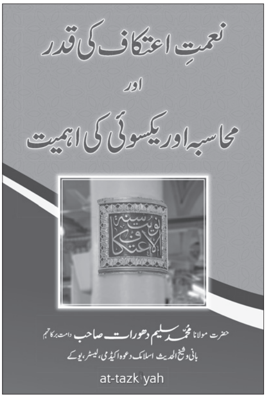

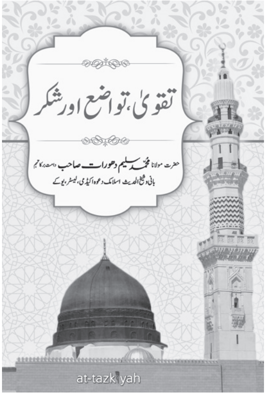

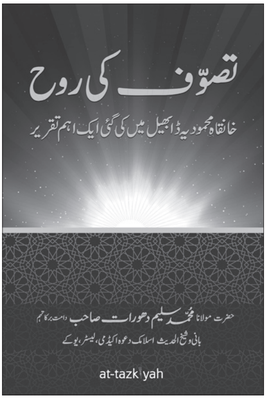

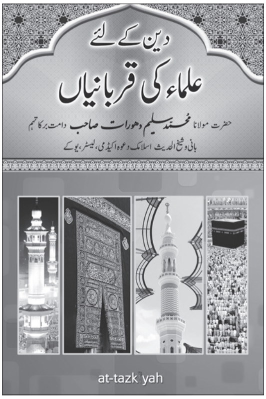

at-tazkiyah

PO Box 8211 • Leicester • LE5 9AS • UK
e-mail: publications@at-tazkiyah.com

www.at-tazkiyah.com